"حدیث دل"

ایک غیر مسلم کا ہدیہ عقیدت بحضور سرور دو عالم ﷺ

"ایک صاحب کمال آیا، جس نے جلوہ حق دکھایا، جس کسی نے اسے پریم کی آنکھوں سے دیکھا، اس کی تمنائے زندگی پوری ہوگئی، جس کی نگاہ شوق اس پر پڑی، اسے منہ مانگی مراد مل گئی، جس بشر کو اس من موہن نے اپنا درشن دیا، اس کے جنم بھر کا پاپ کٹ گیا۔" (رسول عربی ﷺ، ص ۲۱، جی سنگھ دارا)

انتساب

سرور دو عالم ﷺ کے نام جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا، اسی بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آقا دو جہاں احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ ﷺ کی ''خوشخبری و بشارت'' دیتے ہوئے آئندہ تمام انسانیت کے لیے ''وصیت'' فرمائی تھی، کہ:

''لیکن جب وہ یعنی روح الحق آئے گا تو وہ ساری سچائی کیلئے تمھاری ہدایت کرے گا۔'' (مقدس یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۳)

سرحدی لوتھرن چرچ مردان کے بشپ پیٹر مجید کا خط نو مسلم خالد محمود کے نام

محترم جناب خالد محمود صاحب!

خداوند کی سلامتی آپ کے ساتھ ہو (تا کہ آپ راہ حق کو پہچان سکیں اور حیات ابدی کے وارث بن سکیں)!

آپ کی تالیف کردہ کتاب ''اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام'' مجھے گزشتہ سال ملی لیکن اپنی تعلیمی سرگرمیوں کی بناء پر میں اسکا مطالعہ نہ کرسکا۔ اب تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں نے اس کتاب کا مطالعہ بڑی سنجیدگی سے کیا ہے اور اس نتیجہ پر رسائی حاصل کی ہے کہ آپ کو ایک عدد خط تحریر کیا جائے۔

آپ جناب نے کم ظرفی کا اعلیٰ ترین ثبوت دیتے ہوئے محترم جناب پادری شمعون ناصر کے خط کا جواب بڑے ہی بھونڈے، عجیب اور خط کے اصل متن سے کوسوں دُور اپنی اس تالیف کردہ کتاب میں دیا ہے۔ پادری شمعون ناصر نے انتہائی خوبصورتی اور دلیری سے آپ کے بھیجے ہوئے پمفلٹ یا کتابچے (عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بزبان خود) کے جواب میں آپ کے نئے قبول کردہ مذہب اسلام اور مسلم طرز حیات فی دور جدید کی حقیقت کو عیاں کیا ہے، گو کہ آپ نے اس خط کا جواب تالیف کیا یا محمود اشرف عثمانی صاحب سے کروایا، کیوں کہ آپ کے ماضی میں اگر جھانکا جائے تو آپ اس لائق نہیں کہ آپ اس انداز تحریر جو کہ اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے کو تحریر کرسکیں، کیوں کہ یہ انداز تحریر خالصتاً مفتی یا قابل مولوی صاحبان یا پیدائشی اور تعلیم یافتہ مسلمان افراد استعمال کرسکتے ہیں۔ بحرحال آپ کی منافقت کی حقیقت کو جانتے ہوئے بھی ہم اس کو آپ کا دل رکھنے کے لیے آپ کی تالیف تسلیم کرتے ہیں۔ چند

الفاظ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، جسکا جواب آپ جناب یقیناً سطر بہ سطر یا کوئی نئی کتاب تالیف کریں گے یا کرائیں گے، میں دیں گے۔

سابقہ ادیان کا نچوڑ: جناب آپ ضرور مسیحی مذہب سے تعلق رکھتے تھے، لیکن آپ کی میسحیت سے ناواقفیت کا ثبوت ہی آپ کا خالد محمود ہونا ہے۔ جس کا اظہار آپ نے خود ان الفاظ میں کیا ہے، کہ میں سیاہ کار اور ناکارہ شخص تھا۔ جہاں تک لفظ (فارقلیط) کی بات آپ نے کی ہے تو عرض جناب یہ ہے کہ مولانا کیرانوی یا مولانا تقی عثمانی یا دیگر اسلامی دانشور حضرات اس لفظ کو بڑی ہی منافقت اور عیاری سے اپنے ہی پیرائے میں اور اپنے ہی تشریحی لباس میں زیب تن کرتے ہوئے پیش کرتے ہیں۔ اس لیے گزارش آپ سے یہ ہے کہ سابق یوئیل کندن صاحب، آپ خود اس لفظ کی حقیقت کو اسلامی سکالرز سے ہٹ کر اور تعلیمی سمندر میں غوطہ زنی کرتے ہوئے تحقیق وتفسیر کی روشنی میں اس لفظ کی اصل مائیت و ماخذ تک رسائی حاصل کریں اور صرف (اسلام اور عیسائیت اور اظہار الحق) پر ہی تکیہ نہ کریں تا کہ آپ پر سچائی منکشف ہو اور بے مقصد اور فضول دلیلوں سے آپ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو روح القدس کی جگہ دینا چاہتے ہیں۔ تو ساتھ ہی آپ نے اپنے نئے مذہب کی اصل روح بھی عیاں کردی ہے کہ آپ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلاموں کے غلام ہیں، لیکن اسکے برعکس عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے لوگوں کو غلام نہیں بناتے اور نہ ہی بنانا چاہتے ہیں۔

استفسار: آپ نے کتاب کی ضخامت اور قیمت کو بڑھنے کے لیے آپ جناب نے ایس کے داس کی کتاب ''تاریخ کلیسیاء'' کو پورا نہیں تو کم از کم آدھے سے زیادہ اپنی تالیف میں انتہائی عمدہ اور شاندار طریقے سے لکھ ڈالا ہے۔

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیات وسوالات: جناب سابق یوئیل کندن صاحب! کیا آپ نے اسلامی تاریخ میں یہ نہیں پڑھا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام عمر ایسا ہی کرتے رہے کہ جس قوم کی تلاش میں نکلے اور اُسے کمزور پایا تو اُن کے قافلے کو لوٹ لیا اور تمام مال چھین کر اُن کے آدمیوں میں سے جہاں تک ممکن ہوسکا قتل کیا، اور جسے زبردست پایا، اس سے دب گئے اور پیٹھ پھیر بھاگ گئے۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی ذات سے ۳۶ لڑائیاں لڑے اور جاسوس جو راتوں کو نکلتے تھے اور سوار جو دن کو پھرتے تھے اور وہ حملے جو ۹ لڑائیوں میں ہوئے اور کشت وخون بہا وہ اس سے الگ ہیں۔ تو پھر وہ کس طرح امن وسلامتی کے پیامبر ہوسکتے ہیں؟

کیا حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گروہِ آدم کی طرف سے رحمت ومہربانی سے معبوث ہوئے؟

کیا نبیوں کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ لوٹ کریں اور لوگوں کا مال چھیننے کو راہوں پر جا ئیں اور گھیر لیں؟

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کون سی ایسی بات قزاقوں اور راہزانوں کے لیے چھوڑ رکھی تھی؟

یہ ایسے سوالات ہیں جو کہ اسلام کی اصل تصویر کو ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں اور جو لوگ آپ کی طرح اپنے لیے نیا مذہب اختیار کرتے ہیں اُن کو ان کمزور اسلامی اقدار کا تو کچھ علم ہی نہیں ہوتا۔ ہم جیسے عالمِ دین یا مسیحی ان باتوں کو اس لیے منظر عام پر نہیں لاتے کہ ہم امن پسند ہیں جیسا کہ ہمارے یسوع مسیح نے فرمایا، اور ہم کسی قسم کا فساد نہیں چاہتے۔

قرآن کی حقیقت وقوانین: آپ نے جناب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مصلوبیت کو

اپنی بیان کردہ قرآن کے مطابق، مسیحی عقیدہ کفارہ بلکہ نجات کے واحد راستے سے اور سچائی سے روپوشی ہے۔ میرے اس خط سے یقیناً آپ کا اسلام تو خطرے میں پڑ جائے گا، اور یقیناً عدالتوں کی گھنٹیاں بھی بجنے لگے گی۔ لیکن انجیل مقدس میں لکھا ہوا ہے ''جان دینے تک وفادار رہ تو میں تجھے زندگی کا تاج دوں گا'' (مکاشفہ ۲: ۱۰)۔

آپ جناب نے انتہائی دانشمندی اور پوشیدہ انداز میں (اسلام کے خلاف پمفلٹوں پر عدالتوں سے رجوع کو دین اسلام کی تعلیم کا بہترین اُصول اور ضابطہ کہہ کر) دھمکی بھی دے دی ہے اور اسکے پس منظر میں C-295 کا بے ایمانہ اور غلط قانون ہے۔ پاکستان میں اقلیتوں اور بالخصوص مسیحیوں کیساتھ ناانصافیوں کا انتہائی منحوس، کالا اور اذیت ناک قانون کا بنایا جانا، درحقیقت اسلام کی مذہبی اقدار کا انتہائی کمزور ہونا ہے، کیوں کہ اگر اقلیتوں کو مکمل تبلیغی سرگرمیوں کی اجازت دے دی گئی تو آپ کے پلے کچھ نہیں رہے گا۔ اس لیے آپ حضرات فکرمند اور پریشان ہی کیوں کہ آپ اپنی اندرونی کیفیت سے بخوبی واقف ہیں، اس لیے آپ ننگی لٹکتی ہوئی تلوار (C-295) سے اقلیتوں (بالخصوص مسیحیوں) کو تعصب، رنگ ونسل کا نشانہ بنا کر اپنی کمزور اسلامی اقدار کو ملک پاکستان میں محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔

مذھبی جنون C-295 یعنی گستاخ رسول کے کالے قانون کا استعمال آج تک مسلمان بھائیوں نے صرف اپنے ذاتی وکاروباری رقابتوں اور اقلیتی بھائیوں کی ترقی کو تنزلی میں تبدیل کرنے کے لیے استعمال کیا ہے، جس کو بڑی مکاری وعیاری سے اور مذہبی جنون وجوش کا نام دے کر، مسلمان بھائی اقلیتوں (بالخصوص مسیحیوں) کا قلع قمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ کیوں کہ بقول آپ کے یورپین ممالک میں بھی ایسے

قوانین ہیں، لیکن آج تک وہاں کسی مسلمان سے ذاتی دشمنی کے لیے ان قوانین کا استعمال کی مثال نہیں ملتی یقیناً یورپ میں اخلاقی آزادی اور سیکولرازم کے نام پر بہت کچھ کیا ہوتا ہے، لیکن اس کے باوجود ان کی ہر میدان میں کامیابی اور ترقی کسی سے پوشیدہ نہیں اس کی بنیادی وجہ ان کی مذہبی اقدار کی مضبوطی ہے، جس کو سہارا دینے کے لیے 295-C جیسے کالے قوانین اور بیساکھیوں کی ضرورت نہیں جیسا کہ اس ملک میں ہے۔

اس لیے جناب سابق یوئیل کندن صاحب اگر واقعی آپ کو تبلیغ کرنے کا شوق ہے تو بات کرنے کے ساتھ سننے کا حوصلہ بھی رکھیں اور اس بات کو یاد رکھیں کہ......

''تو کیوں اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کے شہتیر پر غور نہیں کرتا؟ اور جب تیری ہی آنکھ میں شہتیر ہے تو تو اپنے بھائی سے کیوں کر کہہ سکتا ہے کہ لا تیری آنکھ میں سے تنکا دوں؟ اے ریاکار پہلے اپنی آنکھ میں شہتیر نکال پھر اپنے بھائی کی آنکھ میں سے تنکے کو اچھی طرح دیکھ کر نکال سکے گا۔'' (متی ۷:۳۔۵)

آپ اور آپ کے مدارس: اس ملک میں دینی مدارس اور اداروں کا فرض اور فعل یہ ہونا چاہیے تھا کہ وہ کمزور اسلامی اقدار کو ڈھانکنے کے لیے خود کوئی ضابطۂ حیات وجود میں لاتے تاکہ امن اور سلامتی کی جانب یہ ملک گامزن ہوتا لیکن اس کے برعکس یہ مدارس و ادارے اقلیتوں اور بالخصوص مسیحیوں کے خلاف تعصب کو ہوا دینے والی بھرپور کتب کو تحریر کرنے اور فسادات کو پھیلانے والا جہاد کا فلسفہ وجذبہ عوام میں غلط طریقے سے اُبھارنے میں اپنی ساری توانیاں صرف کرنے میں مصروف ہیں جو کہ درحقیقت اسلام کے واضح پہلوؤں اور آئین کے ہی عین مطابق ہے۔

آخر میں امید ہے کہ آپ جناب وسعت دل سے اس کڑوے خط کی سچائیوں کو قبول

کرتے ہوئے اور اس خط کو عوام میں اشتعال دلانے کے لیے استعمال نہ کرتے ہوئے میرے مناظرے کی دعوت کو قبول کریں۔ بیشک آپ اپنی مرضی کے مطابق وقت اور مقام کا تعین کریں اس مناظرے میں مکمل مذہبی کے ساتھ دلائل بازی کی اجازت ہو تا کہ روبرو ہوتے ہوئے آپ سچائی سے واقف ہوں جو کہ آپ کو آزاد کروائے گی، دوسری صورت میں آپ میرے ای میل یا ویب سائٹ پر میرے ساتھ رابطہ کر سکتے ہیں تا کہ ہم تعصب کی لعنتی بیماری سے نجات حاصل کرتے ہوئے اور 295-C جیسے کالے قوانین کا خاتمے کے لیے ملکر آواز اٹھائیں اور ایک دوسرے کے مذہب کی عزت کرتے ہوئے مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دیں اور اس ملک میں اقلیت اور اکثریت مل جل کر پرامن طور پر بھائیوں کی طرح رہیں اور دوسروں کے لیے ایک مثال بنیں۔

بشپ پیٹر مجید

ناردرن ڈائیوسیس مردان چرچ آف پاکستان

ای میل: info@northerndiocesemardan.org

ویب سائٹ: www.northerndiocesemardan.org

پوسٹل ایڈریس: سرحدی لوتھرن چرچ مردان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

التماس

معزز قارئین! بشپ پیٹر مجیڈ کا خط آپ پڑھ چکے، اب ملاحظہ ہو میری التماس، اور وہ یہ کہ......

جنوری ۱۹۹۵ کے شروع میں ماہنامہ ''محقق'' (لاہور) کے مدیر اعلیٰ جناب کرنل (ر) محمد ایوب خانصاحب نے اپنا تحریر کردہ کتابچہ بنام ''عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بزبان خود'' کے چند نسخے میرے نام اس غرض سے روانہ کئے تھے، کہ بحیثیت نو مسلم میں اس کتابچہ کی کاپیاں جان پہچان رکھنے والے مسیحی لوگوں میں تبلیغی انداز پر تقسیم کر دوں، چھتیس صفحات پر مشتمل مذکورہ کتابچہ ردِ عیسائیت پر مختلف عنوانات پر اجمالی حیثیت سے ایک اچھی اور عام فہم تحریر ہے۔ لہٰذا میں نے جان پہچان رکھنے والے مسیحیوں اور پاکستان میں کراچی کی سطح پر کام کرنے والے ان عیسائی مشنری اداروں کو بھی یہ کتابچہ بذریعہ ڈاک روانہ کر دیا، جن کو یہ احقر جانتا ہے۔

اس کتابچہ کی کچھ کاپیاں بچیں، تو کراچی میں عیسائیت کی تبلیغ کرنے والے چند عیسائی پادری جو مشنری بھی ہیں، ان کو بھی بذریعہ ڈاک یہ کتابچہ بھیج دیا، اس نیت کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہدایت کی راہ کسی کو بھی دکھا سکتا ہے، چنانچہ جن عیسائی پادریوں کو یہ کتابچہ بھیجا گیا تھا، چند دنوں بعد ان میں سے ایک عیسائی پادری شمعون ناصر صاحب نے اس کتابچہ کے جواب میں دین اسلام اور اہل اسلام پر اعتراضات کرتے ہوئے

ایک خط میرے نام روانہ کیا۔

پادری شمعون ناصر کا خط پڑھکر دل میں تحریک پیدا ہوئی، کہ اسکا جواب لکھا جائے، چناں چہ انیس ۱۹ اصفحات پر موصوف کے خط کا جواب لکھا، اور اس جواب کو لے کر حضرت مولانا اسلم شیخوپوری صاحب زید مجدھم کی خدمت میں پیش ہوا، تو اُنھوں نے ''ماہ نامہ الاشرف'' (کراچی) میں میرے ان انیس ۱۹ اصفحات کے اس جواب کو''ایک پادری کے خط کا جواب ایک نومسلم کے قلم سے'' کے زیر عنوان دو قسطوں میں شائع کر دیا، مگر میرے دل میں خواہش رہی، کہ پادری شمعون ناصر صاحب کے خط کا جواب مزید تفصیلی لکھوں، لہٰذا محض اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ''اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسیٰ'' کے زیر عنوان پادری شمعون ناصر کے خط کا تفصیلی جواب لکھا، جو پہلے جامعہ فاروقیہ کے ترجمان ''الفاروق'' میں قسط وار شائع ہوتا رہا، اور اس کے بعد ''اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام'' ہی کے زیر عنوان ادارہ اسلامیات نے ماہ جنوری ۲۰۰۰ئ میں اسے کتابی شکل میں شائع کیا، میری اس کتاب کو شائع ہوئے آج تقریباً آٹھ دس سال کا عرصہ ہو چلا، اور اس عرصہ میں میری اس کتاب کے دو ایڈیشن بھی چھپ گئے، کتاب کی شروع اشاعت میں، میں یہ محسوس کرتا رہا، کہ شاید پادری شمعون ناصر صاحب اس حوالہ سے رابطہ کرینگے، مگر ایسا نہ ہوا، بلکہ ہوا تو صرف یہ ہوا، کہ اس آٹھ، دس سال کے عرصہ کے بعد پادری شمعون ناصر صاحب کی جگہ سرحدی لوتھرن چرچ مردان کے بشپ پیٹر مجید صاحب نے میری مذکورہ کتاب کا مطالعہ فرما کر مجھے دو ۲ صفحات پر مشتمل ایک خط لکھا ہے، جو مجھے فروری ۲۰۰۹ئ میں موصول ہوا ہے۔

مگر مجھے افسوس ہے کہ بشپ پیٹر مجید صاحب نے بھی اپنے سلف کی روش کو قائم

رکھتے ہوئے، میری تالیف کے مضمون یا اس کی کسی سطر سے تعرض نہیں فرمایا، مگر یہ کہ سرورِ دو عالم ﷺ کی ذاتِ مقدس پر بے حقیقت الزام تراشیاں، اور قانون توہینِ رسالت (ﷺ) 295-C کو بے ایمانہ اور غلط قانون لکھنے کے ساتھ بشپ پیٹر مجید صاحب کا قلم حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدھم کو مغلظات لکھتا رہا۔ جیسا کہ اس کتاب میں موجود بشپ پیٹر مجید صاحب کے خط کو پڑھ کر بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

مجھے افسوس ہے، کہ پیٹر مجید صاحب عہدہ ''بشپ'' پر فائز ہونے کے باوجود اپنے خط کے محض دو صفحات کو ادبی چاشنی دینے سے محروم رہے، اور ان کی تحریر پڑھنے والوں کو مغالطہ آفرینی کے سواء کچھ نہ دے سکی، بہر حال بشپ صاحب کی خواہش کے مطابق ان کے خط کا جواب کتاب کی صورت حاضر خدمت ہے، اُمید ہے، کہ بشپ صاحب نظر انصاف سے ملاحظہ فرمائیں گے۔

خالد محمود

سابق، یوئیل کندن

۱۴ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب بشپ پیٹر مجید صاحب!

سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ!

جناب بشپ صاحب! اس سے پہلے کہ میں آپ کے خط کے مکمل جواب کی طرف آؤں، مجھے اجازت دیجئے، کہ میں آپ کے خط کی ان سطروں کی طرف آؤں جس میں آپ مجھے مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ:

''یہ ایسے سوالات ہیں جو کہ اسلام کی اصل تصویر کو ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں اور جو لوگ آپ کی طرح اپنے لئے نیا مذہب اختیار کرتے ہیں، ان کو ان کمزور اسلامی اقدار کا کچھ علم ہی نہیں ہوتا۔''

بشپ صاحب! موجودہ عیسائیت سے بتوفیق الٰہی تائب ہو کر مذہب اسلام اختیار کرنے کے سلسلہ میں عرض ہے، کہ الحمدللہ ''دین اسلام'' کی بنیادی اساس کتاب اللہ یعنی قرآن مجید فرقانِ حمید ہے، اور اس کی عملی اور علمی تفسیر سرورِ دو عالم صلی اللہ اور آپ کی ''احادیث مبارکہ'' ہیں یعنی قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ ایک ایسے ''لازوال مجموعہ'' کا نام ہے، جو آئندہ قیامت تک کیلئے بنی نوع انسانیت کیلئے ''مکمل ضابطہ حیات'' اور ابدی کامیابی کی کنجی وقندیل اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے مرتب کردہ تمام سابقہ شریعتوں کا نچوڑ ہے اور مکمل ''دین مبین'' اور ''دین فطرت'' ہے۔

الحمدللہ دین اسلام اپنے اندر ایک ایسا نظم لئے ہوئے ہے، کہ اسکی ''پاکیزہ

تعلیمات'' کی روشنی میں گھر سے لے کر معاشرت اور حکومتوں کے احکامات مرتب شدہ ہیں، اور ان احکامات کا مکمل تعلق وحی الٰہی سے جڑا ہوا ہے، نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ، اور دیگر ظاہری اور باطنی عبادات، حقوق اللہ، حقوق العباد اور ان حقوق کی جتنی اقسام ہوسکتی ہیں، یا ہیں، دین اسلام علمی، عملی اور روحانی طور پر ان سب باتوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ قربِ قیامت اور آج کے اس پُرفتن دور میں بھی دین اسلام قرآن وحدیث کی بنیاد پر مکمل اور محفوظ دین متین ہے، یعنی ایسا دین عظیم جو قرآن کریم کی صورت ہادی اعظم رحمت للعالمین محمد مصطفیٰ ﷺ کے قلبِ اطہر پر نازل کیا گیا، اور آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے جاری ہوا، لہٰذا دین اسلام اپنی مضبوط بنیاد میں ایک عظیم الشان اور کامل ومکمل دین ہے، اور یہی وہ بات ہے، جسکو قرآن مجید فرقانِ حمید بیان کرتا ہے، کہ:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا.

ترجمہ: ''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لئے) پسند کر لیا۔''

مگر بشپ صاحب! آپ میں سے اکثر یہود ونصاریٰ بغض وحسد کی بنا پر ''دین اسلام'' اور سیرت طیبہ ﷺ پر اعتراضات کرتے ہیں، تاکہ وہ نومسلم جو ضمیر کی آواز پر لبیک کہہ کر دین اسلام قبول کر چکے ہیں، ایسے

نومسلموں کو واپس ''کفر'' پر لے آئیں،

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا، حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ.

ترجمہ: ''(مسلمانو!) بہت سے اہلِ کتاب اپنے دلوں کے حسد کی بناء پر یہ چاہتے ہیں کہ تمھارے ایمان لانے کے بعد تمہیں پلٹا کر پھر کافر بنا دیں، باوجودیکہ حق اُن پر واضح ہو چکا ہے۔'' (سورہ بقرہ، آیت ۱۰۸)

اسی طرح ایک اور مقام قرآن کریم اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ کے عزائم کو بے نقاب کرتے ہوئے فرماتا ہے، کہ:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ، هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

ترجمہ: ''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بُجھا دیں، حالاں کہ اللہ کو اپنے نور کی تکمیل کے سوا ہر بات نامنظور ہے، چاہے کافروں کو یہ بات کتنی بُری لگے (الآیہ، ۳۲) وہ اللہ ہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے، تاکہ اسے ہر دوسرے دین پر غالب کر دے، چاہے مشرک لوگوں کو یہ بات کتنی ناپسند ہو، (الآیہ، ۳۳) اے ایمان والو! (یہودی) اَحبار اور (عیسائی) راہبوں میں سے بہت

سے ایسے ہیں کہ لوگوں کا مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں، اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ (سورۃ توبہ، آیت ۳۴،۳۲)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کہ:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ، هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ.

ترجمہ: ''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے اللہ کے نور کو بجھادیں حالانکہ اللہ اپنے نور کی تکمیل کر کے رہے گا، چاہے کافروں کو یہ بات کتنی بری لگے، (الآیۃ، ۸) وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچائی کا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ وہ اسے تمام دوسرے دینوں پر غالب کردے، (الآیۃ، ۷) چاہے مشرک لوگوں کو یہ بات کتنی بُری لگے۔'' (الآیۃ، ۹)

(سورۃ الصف آیت ۸،۹)

اور اوپر کی دو آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ جو فرمایا کہ: ''وہی تو ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور سچائی کا دین دے کر بھیجا ہے۔''

اس حوالہ سے حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت پہلے ''بشارت و خوشخبری'' دیتے ہوئے آئندہ تمام انسانیت کیلئے ''وصیت'' فرما گئے تھے، کہ: ''لیکن جب وہ یعنی ''روح الحق'' آئے گا تو وہ ساری سچائی کیلئے تمہاری ہدایت کرے گا۔'' (مقدس یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۳)

اور جب حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت کے مطابق رحمت للعالمین ﷺ کوہِ فرحان کی چوٹیوں سے جلوہ گیر ہوئے، تو ایک دفعہ پھر یہود و نصاریٰ اپنے بغض، حسد اور عناد کی بناء پر خاتم النبیین ﷺ کی نبوت کے انکاری ہو گئے، قرآن کریم اس بارے میں فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآئَهُمْ، وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ، اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ.

ترجمہ: ”جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ رسول (ﷺ) کو (اسی طرح) پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، اور بلاشبہ ان میں سے ایک جماعت ایسی ہے جو ضرور حق کو چھپاتی ہے حالانکہ وہ لوگ جانتے ہیں، کہ حق آپ (ﷺ) کے پروردگار کی طرف سے ہے۔“

(سورۃ البقرہ آیت، ١٤٦)

”اس آیت میں حضور ﷺ کے بارے میں اہل کتاب کے عناد کا ذکر ہے کہ وہ اپنی کتابوں کی روشنی میں حق کو جاننے اور سمجھنے کے باوجود اس کا انکار کرتے ہیں، جس میں حضور ﷺ کی نبوت و رسالت اور بیت اللہ کا قبلہ ہونا بھی شامل ہے، تورات اور انجیل میں حضور ﷺ کے بارے میں جو نشانیاں آئی ہیں ان کی بنیاد پر وہ حضور ﷺ کی نبوت اور بیت اللہ کے قبلہ ہونے کو اپنے بیٹوں سے بھی بہتر جانتے ہیں لیکن ضد (Stubborn) اور عناد کی وجہ سے اسے نہیں مانتے۔“ (تفسیر روح القرآن، جلد اول صفحہ ٣٦٥)

لہٰذا بشپ صاحب! مذکورہ بالا آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں یہ اندازہ لگانا ذرا

مشکل نہیں، کہ آپ کا خط دین اسلام، سیرت الانبیاء ﷺ اور دین اسلام قبول کرنے والے نومسلموں سے حسد، بغض اور عناد اور تنقید جمع مغالطات پر مشتمل ہے۔

اب آتا ہوں آپ کے خط کے تفصیلی جواب کی طرف۔

بشپ صاحب!

میری تالیف ''اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام'' جو درحقیقت پادری شمعون ناصر کے خط کا جواب ہے، کو پڑھکر جو خط آپ نے مجھے تحریر کیا ہے، مجھے حیرت ہوئی کہ ایک مسیحی پیشواء اور بشپ عہدہ پر فائز آدمی اپنی تحریری گفتگو میں ایسا انداز بھی اپنا سکتا ہے، جس کی اجازت کم از کم خود بائبل بھی نہیں دیتی،

''کسی کی بدگوئی نہ کریں۔ تکراری نہ ہوں بلکہ نرم مزاج ہوں اور سب آدمیوں کے ساتھ کمال حلیمی سے پیش آئیں۔'' (ططس باب ۳ آیت ۲)

دو صفحات پر مشتمل آپ کے خط کی ابتداء:

''محترم جناب خالد محمود صاحب!

خداوند کی سلامتی آپ کیساتھ ہو (تاکہ آپ راہ حق کو پہچان سکیں اور حیات ابدی کے وارث بن سکیں)!

آپ کی تالیف کردہ کتاب ''اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام'' مجھے گزشتہ سال ملی لیکن اپنی تعلیمی سرگرمیوں کی بناء پر میں اسکا مطالعہ نہ کر سکا۔ اب تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں نے اس کتاب کا مطالعہ بڑی سنجیدگی سے کیا ہے اور اس نتیجہ پر رسائی حاصل کی ہے کہ آپ کو ایک عدد خط تحریر کیا جائے۔

آپ جناب نے کم ظرفی کا اعلیٰ ترین ثبوت دیتے ہوئے محترم جناب پادری شمعون ناصر کے خط کا جواب بڑے ہی بھونڈے، عجیب اور خط کے اصل متن سے کوسوں دُور اپنی اس تالیف کردہ کتاب میں دیا ہے۔ پادری شمعون ناصر نے انتہائی خوبصورتی اور دلیری سے آپ کے بھیجے ہوئے پمفلٹ یا کتابچے (عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بزبان خود) کے جواب میں آپ کے نئے قبول کردہ مذہب اسلام اور مسلم طرز حیات فی دور جدید کی حقیقت کو عیاں کیا ہے۔ گو کہ آپ نے اس خط کا جواب تالیف کیا یا محمود اشرف عثمانی صاحب سے کروایا، کیوں کہ آپ کے ماضی میں اگر جھانکا جائے تو آپ اس لائق نہیں کہ آپ اس انداز تحریر جو کہ اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے کو تحریر کرسکیں، کیوں کہ یہ انداز تحریر خالصتاً مفتی یا قابل مولوی صاحبان یا پیدائشی اور تعلیم یافتہ مسلمان افراد استعمال کرسکتے ہیں۔ بہرحال آپ کی منافقت کو جانتے ہوئے بھی ہم اس کو، آپ کا دل رکھنے کے لیے، آپ کی تالیف تسلیم کرتے ہیں۔ چند الفاظ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، جس کا جواب آپ جناب یقیناً سطر بہ سطر یا کوئی نئی کتاب تالیف کریں گے یا کرائیں گے میں دیں گے۔"

بشپ صاحب! اس سلسلہ میں چند باتیں آپ کے لائق توجہ ہوں:

اوّل: یہ سچ ہے، کہ ردِعیسائیت پر میری تحریری دینا کے "ماخوذ" حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرحوم مغفور اور شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدھم جیسے عظیم اور بابرکت حضرات ہیں، کیوں کہ علم و عمل میں یہ حضرات اپنی مثال آپ ہیں۔

دوم: مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ پادری شمعون ناصر صاحب کے خط کے جواب

جیسے ادنیٰ کام کے لیے میں حضرت مولانا محمود اشرف صاحب زید مجدھم یا حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدھم کو زحمت دوں، ان عظیم حضرات سے تو اللہ تعالیٰ درس وتدریس، تصنیف وتالیف، فتاوٰی، اور لوگوں کی روحانی اور اخلاقی تربیت واصلاح اور اسی طرح کے دیگر کئی اعلیٰ وعظیم اور بابرکت کام لے رہا ہے، تو مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں ایک مختصر اور ادنیٰ سے خط کے لیے ان حضرات کو زحمت دیتا پھیروں، وہ بھی ایسی صورت میں جبکہ وہ خط شمعون ناصر پادری صاحب نے میرے نام لکھا تھا، تو جواب دینا ولکھنا بھی میرا کام ہے، نا کہ ان عظیم لوگوں کا۔

سوم: رہی بات حضرت مولانا محمود اشرف صاحب زید مجدھم سے شمعون ناصر پادری صاحب کے خط کے جواب کے سلسلہ میں ان سے کچھ لکھوانے یا تالیف کروانے والی بات، تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ پیٹر صاحب! آپ اپنے اس خط میں میری کتاب ''اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام'' کے بارے میں یہ کہہ آئے ہیں، کہ: ''میں نے اس کتاب کا مطالعہ بڑی سنجیدگی سے کیا ہے'' مگر مجھے حیرت ہوئی کہ آپ کی ''سنجیدگی'' سے میری کتاب کا صفحہ نمبر ے کیونکر اوجھل رہا، کہ اس صفحہ پر ''پیش لفظ'' کے علاوہ پوری کتاب میں حضرت مولانا محمود اشرف صاحب کا لکھا ہوا ایک لفظ موجود نہیں لیکن اس حقیقت پر آپ کو یقین کی کیفیت اس لئے بھی حاصل نہیں، کہ آں جناب کے نزدیک معیار میرا ''ماضی'' ہے، جیسا کہ آپ نے میرے بارے میں ارشاد فرمایا ہے، کہ:

''کیوں کہ آپ کے ماضی میں اگر جھانکا جائے تو آپ اس لائق نہیں کہ آپ اس انداز تحریر جو کہ اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام میں ہے کو تحریر کرسکیں، کیوں کہ یہ

اندازِ تحریر خالصتاً مفتی یا قابل مولوی صاحبان یا پیدائشی اور تعلیم یافتہ مسلمان افراد استعمال کرسکتے ہیں۔''

یہ تو آپ کی مہربانی ہے، کہ آپ نے کسرِ نفسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صرف میرے ''ماضی'' کو سامنے رکھ کر فیصلہ فرمایا ہے، اجی جناب! مجھ غبی کے ''ماضی'' و ''حال'' کو تو رکھیں ایک طرف، یہ تو بتوفیق الٰہی ''عقیدہ کفارہ اور عقیدہ تثلیث'' سے تائب اور ''دین اسلام'' لانے کی برکت ہے، کہ میری تالیف۔ (اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام) باوجود کج مج ہونے کے آپ سے ''تعلیم یافتہ مسلمان'' اور ''مولوی اور مفتی'' کے ''اندازِ تحریر'' کی ''سند'' پاتی ہے،

اب آپ اسی سے اندازہ کرلیجئے کہ اگر یہ تالیف یا تحریر حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب یا حضرت مولانا محمود اشرف صاحب زید مجدھم زیبِ قرطاس فرماتے، تو وہ کسقدر بلند پایہ اور علم سے بھرپور ہوتی، اس کا اندازہ آپ خود لگاسکتے ہیں،

آپ اپنے خط کے اگلے حصہ میں فرماتے ہیں:

''سابقہ ادیان کا نچوڑ: جناب آپ ضرور مسیحی مذہب سے تعلق رکھتے تھے، لیکن آپ کی مسیحیت سے ناواقفیت کا ثبوت ہی آپ کا خالد محمود ہونا ہے۔ جس کا اظہار آپ نے خود ان الفاظ میں کیا ہے، کہ میں سیاہ کار اور ناکارہ شخص تھا۔ جہاں تک لفظ (فارقلیط) کی بات آپ نے کہ ہے تو عرض جناب یہ ہے کہ مولانا کیرانوی یا مولانا تقی عثمانی یا دیگر اسلامی دانشور حضرات اس لفظ کو بڑی ہی منافقت اور عیاری سے اپنے ہی پیرائے میں اور اپنے ہی تشریحی لباس میں زیب تن کرتے ہوئے پیش کرتے ہیں۔ اس لیے گزارش آپ سے یہ ہے کہ سابق یوئیل کندن صاحب، آپ خود اس لفظ کی حقیقت کو

اسلامی اسکالرز سے ہٹ کر اور تعلیمی سمندر میں غوطہ زنی کرتے ہوئے تحقیق وتفسیر کی روشنی میں اس لفظ کی اصل مائیت وماخذ تک رسائی حاصل کریں اور صرف (اسلام اور عیسائیت اور اظہار الحق) پر ہی تکیہ نہ کریں تا کہ آپ پر سچائی منکشف ہو اور بے مقصد اور فضول دلیلوں سے آپ حضرت محمد ﷺ کو روح القدس کی جگہ دینا چاہتے ہیں۔ تو ساتھ ہی آپ نے اپنے نئے مذہب کی اصل روح بھی عیاں کر دی ہے کہ آپ حضرت محمد ﷺ کے غلاموں کے غلام ہیں، لیکن اسکے برعکس عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے لوگوں کو غلام نہیں بناتے اور نہ ہی بنانا چاہتے ہیں۔''

آپ نے میری تالیف ''اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام'' کا اگر باغور مطالعہ فرمایا ہوتا تو، اپنے قبول اسلام کی روداد ''میں مسلمان کیوں ہوا'' کے تحت صفحہ ۲۰۳ کے حاشیہ پر میرا یہ اقرار موجود ہے کہ......

''میں یہاں اس حقیقت کا بھی اعتراف کرتا چلوں کہ عیسائی ہوتے ہوئے مجھے خود بھی عیسائیت کا واجبی سا علم تھا۔''

تو شاید آپ کو میرے بارے میں یہ جملہ لکھنے کی زحمت نہ اُٹھانی پڑتی کہ:

''آپ کی مسیحیت سے ناواقفیت کا ثبوت ہی آپ کا خالد محمود ہونا ہے۔''

بشپ صاحب! کیوں کہ میں تو اپنی تالیف میں پہلے ہی یہ گزارش کر آیا ہوں، کہ:

''میں یہاں اس حقیقت کا بھی اعتراف کرتا چلوں کہ عیسائی ہوتے ہوئے مجھے خود بھی عیسائیت کا واجبی سا علم تھا، لیکن جب میں نے ''دین اسلام'' قبول کیا اور عیسائی برادری نے میرے قبول اسلام کے حوالے سے جب ''اسلام'' پر اعتراضات کیے تو مجھے تجسس پیدا ہوا کہ میں نہ صرف عیسائی برادری کے اعتراضات کے جوابات

دوں بلکہ ان کے عقائد باطلہ کی نفی بھی کروں۔ چناں چہ اہل اسلام کی جانب سے ردعیسائیت کی کتب کی تلاش نے مجھے مناظرِ اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مرحوم ومغفور کی کتاب ''اظہار الحق'' اور ''اعجاز عیسوی'' سے جاملایا۔ یہ وہی رحمت اللہ کیرانوی مرحوم ومغفور ہیں کہ جن کی تصانیف کے بارے میں حضرت مولانا سید انوار شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ:

''اللہ مولوی رحمت اللہ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ ان کی کتابیں عقائد اسلامیہ کے تحفظ میں اپنی مثال آپ ہیں۔ خدانخواستہ وقت پڑنے پر ہمارے علماء کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔''

''میں مسلمان کیوں ہوا'' میں جگہ میں یہ بھی عرض کر آیا ہوں، کہ:

''ان ہی دنوں یہاں عیسائی بستی میں میری جن لوگوں سے واقفیت ہوئی تھی۔ ان میں سے میرے بالکل سامنے والے گھر میں جو تین بھائی عیسائی رہتے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے یہ معلوم کرنے کے بہانے کہ میں عیسائی سے مسلمان کیوں ہوا تھا، مذہبی بحث شروع کردی۔ میں ان دنوں صرف اور صرف اسلامی معلومات کی کتابیں پڑھ رہا تھا۔ مذہبی بحث کے دوران جو سوالات ان لوگوں نے اسلام کے خلاف کیے اور تثلیث پرستی کے حق میں کیے تھوڑی بہت معلومات کے تحت میں نے ان سوالات کے جوابات دیئے۔ اللہ کا کرم ایسا ہوا کہ انہی دنوں میں کسی اسلامی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اس کتاب کے آخر میں چند کتابوں کی فہرست چھپی ہوئی نظر سے گزری۔ اس فہرست میں موجود حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کی کتاب ''عیسائیت کیا ہے'' تھی۔ اسی کتاب کے مطالعے سے پتہ چلا کہ ردعیسائیت پر ایک تین جلدوں والی کتاب ''اظہار

الحق'' (بائبل سے قرآن تک) حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مرحوم مغفور کی لازوال اور بے مثال کتاب بھی ہے۔'' (اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، ص ۲۰۲،۲۱)

میرے قبول اسلام کی روداد کے ان دو اقتباسات کے ملاحظہ سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ مسیحیت سے میری ناواقفیت اور واقفیت کی کیا وجوہات ہوسکتی تھیں، ورنہ سچی بات ہے کہ دین اسلام کے قبول کے بعد میں اسی ڈگر پر گامزن تھا کہ قبول اسلام کے بعد مجھ پر عملی طور سے جو فرائض وواجبات بنتے ہیں، ان کو سیکھوں اور پڑھوں، اور اپنی روحانی جستجو وتسکین کے لیے، اللہ تعالیٰ شانہٗ کی ''آخری کتاب'' قرآن مجید فرقانِ حمید اور خاتم الانبیاء آقا دوجہاں نبی کریم ﷺ کی سیرت واحادیث اور حیات صحابہ کرام رضوان اللہ کا مطالعہ کرتا رہوں، مگر میرے قبول اسلام اور دین اسلام پر مسیحی برادری کے اعتراضات نے تنگ آمد، بجنگ آمد کے مصداق مجھے ردِ عیسائیت کی کتب کے مطالعہ پر بھی مجبور کر ڈالا، ورنہ میری خواہش یہی رہی اور ہے، کہ میں اسلامی موضوعات پر لکھوں پڑھوں، اور اسلام پر مسیحی پادری صاحبان کے جس قدر فضول اور بے مغنی مناظرے اور مناقشے ہیں ان سے دور رہوں، ایک تو اس لیے بھی کہ ان کی حقیقت کچھ نہیں اور دوسرا یہ کہ دین اسلام، آقا دوجہاں احمد مصطفےٰ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ پر مسیحی پادری جو، جو اعتراض کرتے آئے ہیں، ان سب کے جوابات حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا آل حسن مہانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہم عصر علماء کرام مکمل طور پر حجت اتمام کے ساتھ دے آئے ہیں، فی زمانہ حضرت مولانا بشیر احمد حسینی صاحب زید مجدھم، مولانا محمد اسماعیل عارفی صاحب،

حضرت مولانا عبدالرؤف فاروقی صاحب زید مجدھم، سربراہ ''مرکز تحقیق اسلامی'' لاہور، عیسائیت تجزیہ ومطالعہ کے مصنف جناب راؤ پروفیسر ساجد میر صاحب اور شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدھم ردِعیسائیت پر کسی تعارف کے محتاج نہیں، خصوصاً حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدھم نے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''اظہار الحق'' المعروف ''بائبل سے قرآن تک'' اور ''اعجاز عیسوی'' کی جس اہتمام سے اشاعت کی ہے، اور ''اظہار الحق'' پر ''عیسائیت کیا ہے؟'' کے زیرِعنوان جو مقدمہ تحریر فرمایا ہے، وہ کسی بھی حق کے متلاشی مسیحی دوست کو ''راہِ حق'' دکھا سکتا ہے، اور یہی وجہ ہے، کہ منصبِ ''بشپ'' پر فائز ہونے کے باوجود آپ نے دیگر اسلامی دانشوروں سمیت حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدھم کے لیے ''منافقت'' اور ''عیاری'' جیسے الفاظ کا استعمال کیا ہے،

کیا؟ ایک ''بشپ'' جو مسیحی عوام الناس کا مذہبی راہنما اور مقتداء ہو، اور جو بائبل کے اس حکم کو جانتے ہوئے، کہ

''لیکن اب تم بھی ان سب کو یعنی غصّہ اور قہر اور بدخواہی اور بدگوئی اور مُنہ سے گالی بکنا چھوڑ دو۔'' (کلیسیوں باب ۳ آیت ۸)

کیا؟ یہ جائز اور رواء ہے کہ وہ ''بدگوئی'' اور ''گالی بکے'' حالانکہ اپنے خط میں آپ نے ''امن اور سلامتی'' ''مذہبی ہم آہنگی'' اور ''پُرامن'' جیسے دلفریب الفاظ کا استعمال فرمایا ہے۔ اور اپنے اسی خط میں آپ نے اہل اسلام کے لیے ''مکاری وعیاری'' ''بھونڈے'' اور ''منافقت'' جیسے الفاظ کا ذخیرہ جمع کیا ہے، اب دیکھ لیں، کہ

کہاں آپ کی ''امن وسلامتی'' کی باتیں اور کہاں عیاری ومکاری، بھونڈے اور منافقت جیسے الفاظ، بشپ صاحب! کیا آپ یہ محسوس نہیں کرتے، کہ آپ کے مذکورہ بالا الفاظ آپ کے ''امن وسلامتی'' والے ''فارمولے'' کی چغلی کھا رہے ہیں،؟ رہی میری ''مسیحیت سے ناواقفیت'' والی بات تو جناب بشپ صاحب! آپ جناب! مجھے جس مسیحیت سے واقف کرانا چاہتے ہیں، اس مسیحیت سے میری ناواقفیت ہی میرے حق میں بھلی ہے، خصوصاً اس حوالہ سے بھی کہ موجودہ مسیحیت پولس صاحب کے ''نظریات وافکار'' کے مجموعہ کا نام ہے، اور یہ بات میں خود نہیں کہتا بلکہ جناب آرنلڈ میر صاحب اپنی کتاب

''Jesus or Paul'' صفحہ ۱۲۲،۱۲۳ پر فرماتے ہیں:

"If Christianity we understand faith in Christ the heavanly son of God who did not belong to earthly humanity, but who lived in the divine likeness and glory,who came down from heavan to earth, who entered into humanity and look upon Himself a human form that He might make propitiation for men's sin by His own blood upon the cross, who was then awakened from death and raised to the right hand of God as the lord of His own people, who now intercedes for those who believe in Him, hears their

prayers, guards and leads them, who moreover, dwels and works personally in each of those who believe in Him, who will come again with the clouds of Heavan to judge the world, who will cast down all the foes of God, but will bring His own people with Him into the home of heavanly light so that they may become like unto His glorified body- if this is Christianity, then such Christianity was founded principally by St. Paul and not by our Lord."

''اگر ہم عیسائیت کا مطلب مسیح پر (اس طرح) ایمان سمجھتے ہیں' کہ وہ خدا کا آسمانی بیٹا ہے جو زمینی انسانوں میں سے نہ تھا' بلکہ خدائی صورت اور شان میں رہتا تھا۔ (پھر) وہ آسمان سے زمین پر اتر آیا اور انسانی شکل اختیار کی تا کہ وہ صلیب پر اپنے خون کے ذریعہ لوگوں کے گناہ کا کفارہ ادا کرے۔ جسے پھر موت سے جگا کر اوپر اٹھایا گیا اور ماننے والوں کے خداوند کے طور پر خدا کے دائیں ہاتھ بٹھایا گیا۔ جواب خود پر ایمان رکھنے والوں کی شفاعت کرتا ہے' ان کی دعائیں سنتا ہے ان کی حفاظت اور رہنمائی کرتا ہے۔ علاوہ بریں اپنے آپ پر یقین کرنے والوں میں سے ہر ایک کے اندر ذاتی طور پر رہتا اور کام کرتا ہے' جو دنیا کا انصاف کرنے کے لیے آسمان کے بادلوں کے ساتھ دوبارہ آئے گا' جو خدا کے سب دشمنوں کو گرائے گا مگر اپنے لوگوں کو اپنے ساتھ آسمانی نور کے گھر لے جائے گا' تا کہ وہ اس کے معظم بدن کی طرح بن

جائیں۔ اگر یہ عیسائیت ہے تو ایسی عیسائیت کی بنیاد زیادہ تر مقدس پولس نے رکھی تھی نہ کہ ہمارے خداوند (مسیح) نے۔''

(Arnold Meyer: Jesus or Paul? pp.122-123)

لفظ ''فارقلیط'' کے حوالہ سے آپ فرماتے ہیں کہ:

''جہاں تک لفظ (فارقلیط) کی بات آپ نے کی ہے تو عرض جناب یہ ہے کہ مولانا کیرانوی یا مولانا تقی عثمانی یا دیگر اسلامی دانشور حضرات اس لفظ کو بڑی منافقت اور عیاری سے اپنے ہی پیرائے میں اور اپنے ہی تشریحی لباس میں زیب تن کرتے ہوئے پیش کرتے ہیں۔ اس لیے گزارش آپ سے یہ ہے کہ سابق یوئیل کندن صاحب، آپ خود اس لفظ کی حقیقت کو اسلامی سکالرز سے ہٹ کر اور تعلیمی سمندر میں غوطہ زنی کرتے ہوئے تحقیق وتفسیر کی روشنی میں اس لفظ کی اصل ماہیت وماخذ تک رسائی حاصل کریں اور صرف (اسلام اور عیسائیت اور اظہار الحق) پر ہی تکیہ نہ کریں تاکہ آپ پر سچائی منکشف ہو اور بے مقصد اور فضول دلیلوں سے آپ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو روح القدس کی جگہ دینا چاہتے ہیں۔ تو ساتھ ہی آپ نے اپنے نئے مذہب کی اصل روح بھی عیاں کردی ہے کہ آپ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلاموں کے غلام ہیں، لیکن اسکے برعکس عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے لوگوں کو غلام نہیں بناتے اور نہ ہی بنانا چاہتے ہیں۔''

بشپ صاحب! لفظ ''فارقلیط'' (ﷺ) کے بارے میں آپ نے مجھے جو تحقیق وتفسیر کی روشنی میں اس لفظ کی اصل ماہیت وماخذ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے جو مشورہ عنایت فرمایا ہے، اس مشورہ کا بہت بہت شکریہ،

مگر اس کی تحقیق و تفسیر اور اس لفظ کو اپنے ہی انداز سے جو تشریحی لباس مسیحی دنیا نے زیب تن کرایا ہے، اس کی حقیقت بھی سن لیجئے، تو آپ کو خود ہی اندازہ ہو جائے گا، کہ جو گراں قدر مشورہ آپ نے مجھے عنایت فرمایا ہے، وہ کسقدر حقیقت پر مبنی ہے،

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”اہل کتاب خواہ اگلے ہوں یا پچھلے، ان کی یہ عام عادت ہے کہ وہ اپنے تراجم میں ناموں کا بھی ترجمہ کرتے ہیں، اور اصل ناموں کے عوض میں اُن کے معانی بیان کرتے ہیں یہ بڑا بھاری خبط ہے، جو تمام خرابی کی بنیاد ہے، کبھی کبھی تفسیر کے طور پر اس کلام میں جو اُن کے نزدیک خدائی کلام ہے، اپنی جانب سے کچھ بڑھا دیتے ہیں، اور دونوں میں امتیاز کے لیے کسی قسم کا اشارہ بھی نہیں کرتے، یہ دونوں چیزیں تقریباً ان کی عادتِ ثانیہ بن گئی ہیں، اور جو شخص اُن کے مختلف زبانوں میں پائے جانے والے ترجموں میں غور کرے گا اس کو ہمارے اس دعوے کے بہت سے شواہد مل سکتے ہیں۔ ہم بھی نمونہ کے طور پر اس مقام پر کچھ نقل کرتے ہیں۔“

(بائبل سے قرآن تک، ص ۲۰۶، ۲۰۷)

پھر ایک اور مقام پر مولانا کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”اعلام و اسماء اور ناموں کا ترجمہ کر دینا یا ان کو دوسرے الفاظ میں تبدیل کر دینا یا اپنی جانب سے تفسیروں کا الحاق، یہ ان کے اگلوں پچھلوں سب کی جبلی خصلت ہے، یہ کوئی بعید نہیں کہ ایسے لوگ حضور ﷺ کے ناموں میں سے کسی نام کا ترجمہ کر ڈالیں، یا کسی دوسرے لفظ سے بدل دیں، یا تفسیر کے طور پر بڑھا دیں، یا بغیر تفسیر ہی کوئی چیز ایسی بڑھا دیں جس کی موجودگی میں بظاہر استدلال کرنے میں خلل اور کھنڈت پڑ جائے۔

اور ظاہر بات ہے کہ یہ تحریف وترمیم کا اہتمام عیسائیوں نے جس قدر مسلمانوں کے خلاف کیا ہے وہ خود اپنے مخالف فرقوں کے خلاف تحریف کے اہتمام سے کہیں زیادہ ہے۔" (بائبل سے قرآن تک، ص،۲۲۱، ۲۲۲)

اور اس کے حاشیہ پر حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدھم لکھتے ہیں کہ:

"یعنی یہ بات ثابت ہے کہ عیسائیوں نے خود اپنے بعض فرقوں کا رَد کرنے کے لیے بائبل میں تحریفیں کی ہیں تو مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لیے تو اس قسم کی تحریفیں یقیناً زیادہ کی گئی ہوں گی۔" (بائبل سے قرآن تک، ص،۲۲۲)

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدھم کے قلم سے نکلے ہوئے یہ وہ مذکورہ بالا حقائق ہیں کہ جن کی شہادت پروفیسر بارٹ ڈی ہرمن اپنی کتاب "MISQUOTING JESUS" میں بھی دے رہے ہیں، پروفیسر صاحب لکھتے ہیں کہ:

"چند حوالوں سے جن تبدیلیوں کا ہم نے جائزہ لیا، عہد نامۂ جدید کے ابتدائی مسودوں کی عبارت کی تلاش کرتے ہوئے انہیں پہچاننا اور ان کا تدارک کرنا آسان ہے۔ لیکن جان بوجھ کر کی گئیں تبدیلیوں کی پہچان مشکل کام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چوں کہ یہ تبدیلیاں جان بوجھ کر کی گئی تھیں لہٰذا انہیں اس طرح کیا گیا تھا کہ یہ جملے میں غیر مناسب نہ محسوس ہوں۔ چوں کہ یہ تبدیلیاں مناسب ہیں لہٰذا کوئی نہ کوئی ناقد ایسا ضرور ہوگا جو اصرار کرے گا کہ اس سے زیادہ مناسب لفظ ہو ہی نہیں سکتا...... یعنی اس کا استدلال ہوگا کہ یہ جان بوجھ کر کی گئی تبدیلیاں نہیں بلکہ اصل ہیں۔ یہ تنازعہ یہ سمجھنے والے اسکالروں، کہ مقدس متن میں تبدیلیاں ہو چکی ہیں اور یہ سمجھنے والے اسکالروں،

کہ مقدس متن کسی تبدیلی سے محفوظ رہا ہے، کے درمیان کا نہیں۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ مقدس متن بدلا جاچکا ہے لہٰذا سوال اگر ہے، تو یہ کہ کون سی عبارت تبدیل شدہ ہے اور کون سی ایسی ہے جسے ممکن حد تک ابتدائی ترین سمجھا جاسکتا ہے۔ اور یہی وہ مسئلہ ہے جس پر اسکالروں میں اختلاف ہوسکتا ہے۔''

(ترجمہ: ظفر احمد روزنامہ ''امت'' کراچی، منگل 28، مارچ 2006ء)

بشپ پیٹر مجید صاحب! اُوپر مذکور ان شہادتوں کو نظرِ عدل سے ملاحظہ فرما کر آپ خود ہی انصاف کیجئے، کہ بائبل مقدس کے ترجموں اور اصل متن میں اس قدر تحریف وترمیم کردی گئی ہو، کہ اصل ناموں تک کے ترجمے کر کے نبی کریم ﷺ کی ''آمد مبارک'' کی ''بشارات'' کو مسیحی پادری صاحبان ''روح القدس'' پر چسپاں کرتے ہوں، تو مجھے ایسی جسارت سے معاف رکھیں کہ میں اسلامی اسکالرز (حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدھم) سے ہٹ کر اور نہ جانے کونسے نام نہاد تعلیمی سمندر میں غوطہ زنی کرتے ہوئے لفظ فارقلیط کی تحقیق وتفسیر کرتا پھیروں، کیوں کہ ایسی تحقیق وتفسیر جو علماء اہل اسلام سے ہٹ کر ہو وہ لازمی طور پر خاتم النبین ﷺ پر ایمان ویقین کے منافی ہوگی، اور حضرت یسوع مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان ارشادات کے خلاف ہوگی، جو وہ اپنے رفع آسمانی سے پہلے آئندہ تمام انسانوں کے لیے سید الانبیاء احمد مصطفٰے ﷺ کی آمد مبارک کی ''خوشخبری'' وصیت کے طور پر تاکیداً ارشاد فرما گئے ہیں کہ:

''لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیوں کہ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج

دوں گا۔ اور وہ آ کر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ گناہ کے بارے میں اس لیے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ راست بازی کے بارے میں اس لیے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت کے بارے میں اس لیے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم انکی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آیندہ کی خبریں دے گا‘‘ (یوحنا باب ۱۶ آیت ۷ تا ۱۳)

خاتم النبیین احمد و محمد ﷺ کے بارے حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مذکورہ بالا بشارتی اور کھلے ہوئے الفاظ کے بعد آپ کے اس جملہ ’’اور بے مقصد اور فضول دلیلوں سے آپ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو روح القدس جگہ دینا چاہتے ہیں۔‘‘ کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے، اور جن حقائق کو آپ ’’بے مقصد اور فضول دلیلیں‘‘ بتلا رہے ہیں، ان کی بنیاد حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ اور ارشادات ہیں، اب یہ آپ ہی کی ہمت اور حوصلہ ہے، کہ آپ اُن حقائق کو بے مقصد اور فضول دلیلوں کا نام دیں، اور اس پر بھی آپ کا کمال یہ، کہ اپنے خط میں جہاں آپ نے دیگر الزامات کے ثبوت کے لیے کوئی حوالہ یا دلیل دینا پسند نہیں فرمایا، یہاں بھی آپ نے بے مقصد اور فضول دلیلوں کے بارے میں کسی اسلامی یا کم از کم مسیحی تحریرات کا حوالہ دینے کی زحمت نہیں فرمائی۔

لیکن میں یہاں اس موقع پر لفظ فارقلیط (ﷺ) کے سلسلہ سے دو چار باتیں باحوالہ عرض کرنا چاہونگا، لفظ فارقلیط کے بارے میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحبؒ نے اپنی کتاب اظہار الحق جلد سوم میں اُوپر مذکور یوحنا باب ۱۶ کی

بشارت پر مختلف عنوانات سے دلائل دیئے ہیں، ایک مقام پر حضرت کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ:

''ان عبارتوں سے استدلال کرنے سے پہلے ہم دو باتوں کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں، پہلی تو یہ کہ آپ تمہید کے ساتویں امر میں معلوم کر چکے ہیں کہ اہل کتاب اگلے ہوں یا پچھلے عموماً اسماء اور ناموں کا ترجمہ کرنے کے عادی ہیں۔ ادھر عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام طرانی زبان بولتے تھے نہ کہ یونانی، اس کے بعد اس بات میں کوئی بھی شک باقی نہیں رہتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے جس شخص کی تشریف آوری کی بشارت دی تھی، چوتھے انجیلی نے اس کے نام کا اپنی عادت کے مطابق یونانی میں ترجمہ کر ڈالا، پھر عربی ترجمہ کرنے والوں نے یونانی لفظ کو معرب کر کے فارقلیط بنا دیا، ہم کو ایک اردو رسالہ جو کسی پادری کا لکھا ہوا ہے ۱۲۶۸ھ میں ملا جو کلکتہ میں طبع ہوا تھا، اور جس میں لفظ فارقلیط کی تحقیق کی گئی تھی، اس کے مؤلف نے دعویٰ کیا تھا کہ ہمارا مقصود اس رسالے کی تحریر سے مسلمانوں کی اس غلط فہمی کو دور کرنا ہے، جو فارقلیط کے لفظ سے پیدا ہوئی ہے، اس کے بیان کا خلاصہ یہ تھا کہ:

''یہ لفظ یونانی لفظ سے عربی بنایا گیا ہے، لہٰذا اگر ہم یہ فرض کریں کہ اصل یونانی لفظ ''پاراکلی طوس' ہے تو اس کے معنی معین و مددگار اور کارساز و وکیل کے ہیں، اور اگر یہ کہا جائے کہ اصل لفظ ''پیرکلوطوس'' ہے تو پھر اس کے معنی ''محمد'' اور ''احمد'' کے قریب ہو جاتے ہیں' علماء اسلام میں سے جس کسی نے اس بشارت سے استدلال کیا ہے، یہ ہی سمجھ کر کیا ہے کہ اصل لفظ ''پیرکلوطوس'' ہے جس کے معنی ''محمد'' اور ''احمد'' کے معنی کے قریب ہیں، اس لیے اس نے یہ دعویٰ کیا کہ عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے ''محمد'' اور ''احمد'

کی پیشن گوئی کی ہے، مگر صحیح بات یہ ہے کہ یہ لفظ پاراکلی طوس ہے۔''
ہم کہتے ہیں کہ دونوں لفظوں میں بہت ہی معمولی فرق ہے، کیوں کہ یونانی حرف آپس میں بہت ہی مشابہت رکھتے ہیں، اس لیے ''پیرکلوطوس'' کسی نسخہ میں ''پاراکلی طوس'' سے بدل گیا، پھر عیسائی حضرات نے اس نسخہ کو دوسرے نسخوں پر ترجیح دینی شروع کردی، اور جو شخص بھی اس کتاب کے باب ۲ اور مسلک نمبر ۶ کے امر نمبر ۷ میں انصاف کی نگاہ سے غور کرے گا وہ یقینی طور پر مان لے گا کہ اس قسم کی چیز دیندار عیسائیوں سے کچھ بھی بعید نہیں ہے، بلکہ ممکن ہے کہ ان کے یہاں اس کو مستحسن اور بہتر شمار کیا جاتا ہو۔'' (اظہار الحق، جلد سوم، ص ۳۲۳ تا ۳۲۵)

اور اس جگہ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدھم کے حاشیہ کو بھی نقل کرلیا جائے تو بات بہت ہی واضح ہوجاتی ہے، آپ حضرت مولانا کیرانوی صاحبؒ کے دلائل کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''گویا مصنف کا دعویٰ یہ ہے کہ اصل میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنے والے کا نام ''احمد'' ذکر کیا تھا لیکن چوں کہ عہد قدیم وجدید کے مصنفوں کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ وہ ناموں کا بھی ترجمہ کر ڈالتے ہیں اس لیے انہوں نے یونانی زبان میں لفظ ''احمد'' کا ترجمہ ''پیرکلوطوس'' سے کردیا، عربی مترجمین نے اس لفظ کو معرب کرکے ''فارقلیط'' بنادیا۔'' (بائبل سے قرآن تک، ص ۳۲۴)

اسی طرح ایک اور مقام پر حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس تنبیہ کے بعد اب ہماری گذارش یہ ہے کہ وہ اصل عبرانی لفظ جو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے کہا تھا قطعی معدوم ہے، اور جو یونانی لفظ موجود ہے وہ صرف ترجمہ ہے، مگر ہم اصل لفظ کی بحث کو چھوڑتے ہوئے اس یونانی لفظ ہی پر بحث کرتے ہیں، کہ اگر اصل یونانی لفظ ''پیر کلوطوس'' ہے، تب تو ظاہر ہے کہ یہ مسیح کی بشارت محمد ﷺ کے حق میں ایسے لفظ کے ساتھ دی گئی ہے جو ''محمد'' و ''احمد'' کے قریب قریب ہم معنی ہے، یہ چیز اگرچہ عیسائیوں کی عام عادت کے پیش نظر قرین قیاس ہے، مگر ہم اس احتمال کو چھوڑتے ہیں، کیوں کہ اس صورت میں مخالفین پر پورے طور پر حجت قائم نہ ہوسکے گی، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ چلیے آپ ہی کا دعویٰ کہ اصل یونانی لفظ ''پاراکلی طوس'' ہے، اگر مان لیا جائے تب بھی ہمارے استدلال کے لیے مضر نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ اس کے معنی ''منسوب کیا گیا'' اور ''مددگار'' اور ''وکیل'' کے ہیں، یا پھر اس کے معنی ''سفارش کرنے والا'' جیسا کہ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۶ء میں موجود ہے، اور یہ سب اوصاف محمد ﷺ پر پورے پورے صادق آتے ہیں۔'' (بائبل سے قرآن تک، ص، ۳۲۸)

بشپ صاحب! ان حقائق کو پڑھ لینے کے بعد آپ خود ہی فرمائیں، کہ لفظ فارقلیط کی تحقیق وتفسیر میں، مجھے مزید کسی تعلیمی سمندر میں غوطہ زنی کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے، وہ بھی ایسی صورت میں جب بائبل کے مترجمین نے آنحضرت ﷺ کے اِسم گرامی ''احمد'' کو ''پیر کلوطوس'' اور فارقلیط سے بدل ڈالا ہو۔

اپنے خط میں آپ مزید فرماتے ہیں کہ:

''آپ نے اپنے نئے مذہب کی اصل روح بھی عیاں کردی ہے کہ آپ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلاموں کے غلام ہیں، لیکن اسکے برعکس علیٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے لوگوں کو غلام نہیں بناتے اور نہ ہی بنانا چاہتے ہیں۔''

بشپ پیٹر مجید صاحب! آقا دو جہاں نبی کریم ﷺ کے غلاموں کے غلام ہونا بڑی خوش بختی اور سعادت کی بات ہے، ورنہ بائبل تو لوگوں کو بلاواسطہ حضرت مسیح علیہ السلام کا غلام بتلاتی ہے،

''کیوں کہ جو شخص غلامی کی حالت میں خداوند میں بلایا گیا ہے وہ خداوند کا آزاد کیا ہوا ہے اسی طرح جو آزادی کی حالت میں بلایا گیا ہے وہ مسیح کا غلام ہے۔''

(کرنتھیوں اوّل باب ۷ آیت ۲۲)

آپ اپنے خط میں لکھتے ہیں:

''آپ نے کتاب کی ضخامت اور قیمت کو بڑھانے کے لیے آپ جناب نے ایس کے داس کی کتاب ''تاریخ کلیسیاء'' کو پورا نہیں تو کم از کم آدھے سے زیادہ اپنی تالیف میں انتہائی عمدہ اور شاندار طریقے سے لکھ ڈالا ہے۔''

بشپ صاحب! اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ ایس کے داس صاحب نے ''تاریخ کلیسیاء پاکستان'' میں، پاکستان میں ''مسیحی مشنریوں'' کے مکمل عزائم اور ان مشنریوں کی تبلیغی سرگرمیوں پر بہت تفصیل سے لکھا ہے، نیز ان مسیحی مشنریوں کے عزائم اور تبلیغی حقائق اگر میں کسی مسلمان عالم یا دانشور کی کتاب سے لکھتا تو یقیناً آپ انہیں بھی جھٹلاتے اور بہت ممکن تھا کہ ایسے مسلمان مصنف کو آپ ''عیار'' و ''منافق'' جیسے خطابات سے نواز ڈالتے، جیسا کہ آپ کے اس خط سے بھی عیاں ہے، لہٰذا اس بناء پر یہی ٹھیک بات تھی، کہ مسیحی مشنریوں کی کارگزاریوں کو مسیحی مصنف ایس کے داس صاحب کی زبانی ہی لکھا پڑھا جائے، تاکہ ''سند'' رہے،

اور اس حوالے سے وہ مسلمان مصنفین جنہوں نے پاکستان میں عیسائی یا مسیحی

مشنریوں کے بارے میں لکھا ہے، آپ کی مغلطات سے محفوظ رہیں۔

''حضرت محمد ﷺ کی حیات وسوالات''، اس عنوان کے ذیل میں آپ اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ:

''جناب سابق یوئیل کندن صاحب! کیا آپ نے اسلامی تاریخ میں یہ نہیں پڑھا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام عمر ایسا ہی کرتے رہے کہ جس قوم کی تلاش میں نکلے اور اُسے کمزور پایا تو اُن کے قافلے کو لوٹ لیا اور تمام مال چھین کر انکے آدمیوں میں سے جہاں تک ممکن ہوسکا قتل کیا، اور جسے زبردست پایا، اس سے دب گئے اور پیٹھ پھیر بھاگ گئے۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی ذات سے ۳۶ لڑائیاں لڑے اور جاسوس جو راتوں کو نکلتے تھے اور سوار جو دن کو پھرتے تھے اور وہ حملے جو ۹ لڑائیوں میں ہوئے اور گشت وخون بہا وہ اس سے الگ ہیں۔ تو پھر وہ کس طرح امن وسلامتی کے پیامبر ہوسکتے ہیں؟

کیا حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گروہِ آدم کی طرف سے رحمت ومہربانی سے معبوث ہوئے؟

کیا نبیوں کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ لوٹ کریں اور لوگوں کا مال چھیننے کو راہوں پر جائیں اور گھیر لیں؟

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کونسی ایسی بات قزاقوں اور راہزنوں کے لیے چھوڑ رکھی تھی؟

یہ ایسے سوالات ہیں جو کہ اسلام کی اصل تصویر کو ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں اور جو لوگ آپ کی طرح اپنے لیے نیا مذہب اختیار کرتے ہیں اُن کو ان کمزور اسلامی اقدار کا

کچھ علم ہی نہیں ہوتا۔ ہم جیسے عالمِ دین یا مسیحی ان باتوں کو اس لیے منظرِ عام پر نہیں لاتے کہ ہم امن پسند ہیں جیسا کہ ہمارے یسوع مسیح نے فرمایا، اور ہم کسی قسم کا فساد نہیں چاہتے۔''

بشپ صاحب! پہلے تو میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں، کہ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر جس طرح کے بے بنیاد اور عامیانہ الزامات آپ نے لگائے ہیں، یہ کونسی اسلامی تاریخ کے اوراق ہیں؟، اور وہ کونسی قوم اور قبیلہ تھا، جس سے آپ ﷺ نے پیٹھ پھیر لی؟

لہٰذا ایسی کسی نام نہاد اسلامی تاریخ کا موجد کوئی مسیحی پادری یا مسیحی تاریخ ساز ہی ہوسکتا ہے، کیوں کہ اس طرح کی یاوہ گوئی پادری صاحبان کی پرانی عادت ہے، اور بحیثیت نومسلم مجھے اسکا بخوبی تجربہ ہے، کہ مسیحی پادری محض عداوت کی بنا پر نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر تنقیص کرتے ہیں، لہٰذا آقا دو جہاں نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر یہ وہ رٹی رٹائی بے بنیاد باتیں ہیں، جو آپ سے قبل آپ کے اساتذہ کرتے آئے ہیں اور یہی وجہ ہے، کہ حق کا متلاشی جب کوئی غیر مسلم یا مسیحی آنحضرت ﷺ کی حیاتِ مبارکہ پر پادریوں کی بے بنیاد باتوں کی تحقیق آپ ﷺ کے شمائلِ مبارکہ سے کرتا ہے، تو ایسے باضمیر حضرات کلمۂ حق پڑھ کر خاتم النبیین ﷺ کے اُمتی بن جاتے ہیں، کیوں کہ جب حق آجائے تو باطل مٹ ہی جایا کرتا ہے، نیز یہ کہ ہم اہلِ اسلام اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ جب مسیحی پادری آں حضرت ﷺ کی بشارات میں تبدیلی کے لیے اپنی بائبل مقدس میں تحریف و ترمیم کرسکتے ہیں، تو یہ لوگ آقا دو جہاں سرورِ دو عالم ﷺ کی کردار سازی کے لیے کچھ بھی تحریری اختراع کرسکتے ہیں،

ورنہ دنیا اور عالم اسلام کی تاریخ گواہ ہے، کہ رسالت مآب ﷺ کے تمام غزواتِ مبارکہ کی غرض وغایت ایک عظیم اور لافانی مقصد کے تحت تھی، اور وہ یہ کہ:

''جہاد، جہد بمعنی طاقت سے مشتق ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی طاقت کو حاشا مال و دولت کے لیے نہیں۔ عصبیت اور قومیت اور وطنیت اور اظہار مردانگی وشجاعت اور توسیع سلطنت ومملکت کے لیے نہیں بلکہ محض اللہ کا بول بالا کرنے کے لیے اپنی طاقت کو پانی کی طرح بہا دینا اس کو اصطلاح شریعت میں جہاد کہتے ہیں۔

اعلاء کلمۃ اللہ (یعنی اللہ کا بول بالا کرنا) اگر مقصود نہ ہو بلکہ فقط مال وزر مطلوب ہو یا قطع نظر حق اور باطل سے وطن اور قوم کی حمایت مقصود ہو یا اپنی بہادری اور شجاعت کا اظہار منظور ہو تو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک وہ جہاد نہیں جہاد تو وہ ہے جو محض خالص اللہ جل جلالہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہو دنیاوی اور نفسانی اغراض کے شائبہ سے بالکلیہ پاک ہو۔

یہ کہ خدا تعالیٰ کے وفاداروں کا خدا تعالیٰ کے باغیوں سے محض خدا کا باغی ہونے کی وجہ سے لڑنا اور اس کی راہ میں انتہائی جانبازی اور سرفروشی کا نام جہاد ہے، بشرطیکہ وہ جانبازی اور سرفروشی محض اس لیے ہو کہ اللہ کا بول بالا ہو اور اس کے احکام بے حرمتی سے محفوظ ہو جائیں اور دنیا کا کسی قسم کا نفع مقصود نہ ہو۔ ایسی جانبازی اور سرفروشی کو شریعت اسلام میں جہاد کہتے ہیں۔'' (سیرتِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حصہ دوم، ص، ۱۹، ۲۰)

''نیز یہ کہ اسلامی حکومت قائم کرنے کے لیے جو جنگ کی جائے اس کا نام جہاد ہے اور وطنی کافروں کے ساتھ مل کر غیر وطنی کافروں سے بلالحاظ اسلام محض وطن کی آزادی کے لیے جنگ کرنے کا نام ہرگز ہرگز جہاد نہیں، حضرات انبیاء کرام نے اپنے ہم وطن

کافروں سے نہ کبھی اتحاد کیا اور نہ ان کی ساتھ مل کر کوئی مشترک حکومت بنائی بلکہ اپنے اصحاب کو لے کر ہجرت فرمائی اور اپنی قوم کے کافروں سے ہٹ کر اپنا الگ ٹھکانہ بنایا اور جہاد کی تیاری کی اور سب سے پہلے اپنی کافر قوم پر حملہ آور ہوئے اور اس کو فتح کیا۔ ہر رسول نے سب سے پہلے اپنی قوم کے کافروں سے جہاد کیا غیر قوم کے کافروں سے بعد میں جہاد کیا۔ کما قال تعالیٰ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً حضور پُر نور کے تمام غزوات اور جہادات اپنی ہی قوم اور اپنے ہی خویش واقارب اور اپنے ہی اعزاء اور احباب ہی سے تو تھے کسی غیر ملکی اور اجنبی قوم سے تو نہ تھے، جنگ بدر میں مہاجرین کے سامنے کسی کا باپ تھا اور کسی کا لختِ جگر اور کسی کا بھائی اور کسی کا چچا اور کسی کا ماموں اور عام رشتہ داری تو سبھی سے تھی محض اللہ اور اس کے رسول اور اس کے دین کے لیے صحابۂ کرام کی تیغ بے دریغ بے نیام تھی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ واہ واہ۔ ایمان ایسے ہی عشق کا نام ہے جس کے سامنے لیلیٰ اور مجنوں کی تمام داستانیں گرد ہیں اور قرآن وحدیث جو ہجرت کے فضائل سے بھرا پڑا ہے اس ہجرت کا مطلب یہی تو ہے کہ خدا اور اس کے رسول کے لیے اپنے ماں اور باپ اور بیوی اور بچوں اور خویش واقارب سب کو چھوڑ دینا قوم کا تو ذکر ہی کیا ہے، صحابہ کرام نے جب ہجرت کی تو جس کی رفیقۂ حیات اور محبوب بیوی نے کفر کو اسلام کے مقابلے میں ترجیح دی طلاق دے دی اور بیوی، بچوں اور مال دولت اور گھر بار چھوڑ کر نبی کے پیچھے ہوئے اور مدینہ کا راستہ پکڑا رضی اللہ عنہم وحشرنا فی زمرتہم واماتنا علی حُبہم وسیرتہم آمین یارب العالمین۔ اے میرے عزیز والے میرے دوستو قومیت اور وطنیت ایک فتنہ ہے بُت پرستی کے بعد قوم پرستی اور وطن پرستی کا درجہ ہے۔ اور کُفرٌ دون کفرٍ اور

شرک دون شرک اور ظلم دون ظلم کا مصداق ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ اور اِنَّ الْکَافِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا، کو پیش نظر رکھ کر مسلمانوں کو اپنا بھائی اور روئے زمین کے کل کافروں کو اپنا ایک دشمن سمجھو (نکتہ) حق تعالیٰ نے ان الکافرین (جو کہ جمع ہے) اس کی خبر عدوا مبینا ذکر فرمائی ہے جو کہ مفرد ہے اعداء نہیں فرمایا، اشارہ اس طرف ہے کہ روئے زمین کے تمام کافر مسلمانوں کی عداوت میں بمنزلہ ایک دشمن اور بمنزلہ شخص واحد کے ہیں جس میں ذرہ برابر تعدد اور اختلاف نہیں۔ وَاللّٰہ لقد صدق اللّٰہ العظیم وانا علی ذٰلك من الشاهدین والمشاهدین۔'' (سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حصہ دوم ص، ۲۳،۲۴)

اور اب اقسام جہاد کا حکم بھی سن لیجئے:

''جہاد کی مختلف قسمیں ہیں، جہاد کی ایک قسم دفاع ہے جس کو دفاعی جہاد کہتے ہیں یعنی کافروں کی کوئی قوم ابتداءً تم پر حملہ آور ہو تو تم اس کی مدافعت کے لیے ان کا مقابلہ کرو جہاد کی اس قسم کو حق تعالے نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَo

اور قتال کرو خدا کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی مت کرو تحقیق اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌo الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ.

مسلمانوں کو ان کافروں سے جہاد و قتال کی اجازت دی گئی جو کافر مسلمانوں سے لڑتے

ہیں اس وجہ سے کہ مسلمان ستم رسیدہ ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد پر قادر ہے یہ مسلمان اپنے گھروں سے محض بے وجہ نکالے گئے سوائے اس کے کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار ایک اللہ ہے۔

جہاد کی دوسری قسم اقدامی جہاد ہے یعنی جبکہ کُفر کی قُوت اور شوکت سے اسلام کی آزادی کو خطرہ ہو تو ایسی حالت میں اسلام اپنے پیروؤں کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم دشمنانِ اسلام پر جارحانہ حملہ اور ہاجمانہ اقدام کرو کیوں کہ جب دشمنوں کی طرف سے خطرہ ہو تو احتیاط اور حفظِ ماتقدم کا مقتضا یہی ہے کہ تم ان پر جارحانہ اقدام کرو تا کہ اسلام اور مسلمان کفر اور شرک کے فتنہ سے محفوظ ہو جائیں اور بغیر کسی خوف وخطر کے امن وعافیت کے ساتھ خداوند ذوالجلال کے احکام کو بجالاسکیں اور کوئی قوت وطاقت ان کو ان کے سچے دین سے نہ ہٹا سکے اور نہ پھیر سکے اور نہ کوئی طاقت قانونِ خداوندی کے اجراء وتنفیذ میں مزاحم ہو سکے۔ ایسے موقع پر عقل اور فراست تدبیر اور سیاست کا یہی مقتضی ہے کہ خطرہ کو پیش آنے سے پہلے ختم کر دیا جائے، اس انتظار میں رہنا کہ جب خطرہ سر پر آجائے گا اس وقت مدافعت کریں گے یہ اعلیٰ درجہ کی حماقت اور سفاہت ہے۔ جس طرح شیر اور چیتے کو حملہ کرنے سے پہلے ہی قتل کر دینا اور کاٹنے سے پہلے ہی سانپ اور بچھو کا سر کچل دینا ظلم نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کا تدبر اور انجام بینی ہے، اسی طرح کُفر اور شرک کا سر اٹھانے سے پہلے ہی کچل دینا اعلیٰ درجہ کا تدبر ہے چور اور قزاق یا درندے اگر کسی جنگل اور بیابان میں جمع ہوں تو عقل اور دانائی کا مقتضی یہ ہے کہ قبل اس کے کہ وہ شہر کا رُخ کریں ان کو آبادی کا رُخ کرنے سے پہلے ہی ختم کر دیا جائے درندوں کے قتل میں اقدام ہی عقل اور دانائی ہے اور فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ

وَجَدْتُمُوْهُمْ اور اَیْنَمَا ثُقِفُوْآ اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا میں اسی قسم کے کافر مراد ہیں۔ درندوں کے قتل میں دفاع کا تصور کرنا اور یہ سوچنا کہ جب یہ درندے مل کر ہم پر حملہ آور ہوں گے اس وقت ہم ان کی مدافعت کریں گے، اُس قسم کا تصور اہل عقل کے نزدیک کھلی ہوئی حماقت اور نادانی ہے حق جل شانہ کے اس ارشاد سراپا رشاد وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ط میں اس قسم کا جہاد مراد ہے، یعنی اے مسلمانو تم کافروں سے یہاں تک جہاد وقتال کرو کہ کفر کا فتنہ باقی نہ رہے اور اللہ کے دین کو پورا غلبہ حاصل ہو جائے، اس آیت میں فتنہ سے کفر کی قوت اور شوکت کا فتنہ مراد ہے اور وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ سے دین کا ظہور اور غلبہ مراد ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ یعنی دین کو اتنا غلبہ اور قوت حاصل ہو جائے کہ کفر کی طاقت سے اس کے مغلوب ہونے کا احتمال باقی نہ رہے اور دین اسلام کو کفر کے فتنہ اور خطرہ سے بالکلیہ اطمینان حاصل ہو جائے۔"

(سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حصہ دوم ص ۲۹،۳۰)

"ایام معدودہ (چند روزہ) کی مجازی بادشاہت جرم بغاوت کو ناقابل عفو قرار دیتی ہے اور تمام عقلا اسکو حق اور صواب، بجا اور درست سمجھتے ہیں حالانکہ باغی شخص نہ بادشاہ کا مخلوق اور پیدا کیا ہوا ہے اور نہ ذرہ برابر کسی چیز میں اس کا محتاج ہے۔

نہ معلوم پھر اُس احکم الحاکمین اور رب العالمین اور خدائے ذوالجلال اور کبیر متعال اور اُس کے وزراء ونائبین یعنی حضرات انبیاء ومرسلین سے بغاوت (کفر) کو کیوں معمولی اور حقیر سمجھتے ہو اور خداوند قدوس کے وزراء سے سرتابی کرنے والوں کی سرکوبی اور احکام سے گردن کشی کرنے والوں کی گردن کشی کو کیوں ظلم اور تعدی خیال کرتے ہو۔

سلاطین عالم کا اپنے مخالفوں پر فوج کشی کر کے کسی کو قتل کرنا اور کسی کو اسیر کرنا اور اُن کے مال اور اسباب کو ضبط کرنا اور پھر اُس مال کو خیر خواہان سلطنت اور وفاداران حکومت پر بطور انعام تقسیم کرنا عین شان شوکت وسلطنت کا اقتضاء سمجھتے ہو، لیکن اس احکم الحاکمین اور شہنشاہ سمٰوات وارضین سے بغاوت (کفر) کرنے والوں سے جہاد وقتال اور ان کو اسیر اور گرفتار کرنے اور اُن کے غلام بنانے اور اُن کے مال ومتاع کے ضبط کرنے پر اعتراض کرتے ہو۔

پس جس طرح جنگ میں دشمن کو جانی نقصان پہنچانا عین سیاست اور فوجی تدبیر کا کمال ہے اسی طرح دشمن کی جنگی اور مالی قوت پر قبضہ کر لینا بھی فوجی تدبیر کا کمال ہے عجیب بات کہ یورپ دشمن کی مالی قوت پر قبضہ کرتا ہے تو اس کو سیاست اور فوجی تدبیر بتلایا جاتا ہے اور جب اسلام خدا کے باغیوں کی مالی قوت پر قبضہ کرنے کے لیے کوئی پیش قدمی کرتا ہے تو اس کا نام لوٹ اور غارتگری ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہ جب جنگ میں دشمن کی جان ہی لے لینا جائز ہے تو پھر اس کے مال کے متعلق کیوں اس قدر شور وغوغا ہے، آخر اسلام نے جب کبھی کسی کاروان تجارت پر حملہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی تو کیا وہ ان دشمنوں کا قافلہ نہ تھا کہ جو اسلام کی جان ومال کے دشمن تھے ایسے لوگوں کی جان ومال پر چھاپہ مارنے کے لیے پیش قدمی کرنا کس آئین اور قاعدہ سے معیوب ہے اور پھر جب کہ وہ چھاپہ مارنا مال حاصل کرنے کے لیے نہ ہو بلکہ فقط اس وجہ سے ہو کہ یہ لوگ خداوند ذوالجلال کے باغی اور سرکش ہیں علاوہ ازیں سلاطین عالم کی فوج کشی کا باعث صرف توسیع مملکت ہے جو سب کے نزدیک روا اور جائز ہے۔ اور حضرت انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا جہاد اور صحابۂ کرام کا یہ تمام اقدام محض اعلاء کلمۃ اللہ اور اللہ کی حکومت قائم کرنے

کے لیے تھا کہ احکام خداوندی کی بے حرمتی نہ ہو سکے اور اشراء خداوند کردگار کے احکام کا استہزاء اور تمسخر نہ کر سکیں اور خدا کے نام لیوا اپنے مولائے حقیقی کا اطمینان کے ساتھ نام لے سکیں، کفار و فجار چاہے ایمان لائیں یا نہ لائیں مگر احکم الحاکمین اور شہنشاہ سمٰوات وارضین کے احکام کے اجراء وتنفیذ میں مزاحمت نہ کر سکیں۔

حضرت یوشع بن نون اور حضرت داوٗد اور حضرت سلیمان اور حضرات انبیاء علیہم الصلوات والتحیات کا جہاد اسی غرض سے تھا اور حضرت مسیح بن مریم قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہونے کے بعد اسی غرض سے دجال اور اس کے لشکر کے ساتھ جہاد فرمائیں گے جیسا کہ مکاشفات یوحنا اور پولوس کے دوسرے خط تہلکیوں کے نام سے مصرح ہے۔ دنیا کی مہذّب سے مہذّب آبادی اگر یہ چاہے کہ بدون حکومت وسلطنت اور بدون دبدبہ وسطوت کے اپنی عزت وناموس کی حفاظت کر سکے تو ناممکن ہے یا کوئی حکومت اگر یہ چاہے کہ اپنی قلمرو سے مراسم قبیحہ اور رسوم باطلہ اور خیالات فاسدہ اور اوہام واہیہ کو بدون سیاست اور انتظام کے مٹا دے تو امکان سے باہر ہے۔

پند ونصیحت بے شک موثر ہے لیکن سلیم طبیعتوں کے لیے۔ آپ کتنی ہی اخلاص اور ہمدردی سے بہتر سے بہتر نصیحت فرمائیں لیکن ہٹ دھرم طبیعتیں کبھی اثر پذیر نہیں ہو سکتیں۔

بنی نوع انسان کی طبائع یکساں نہیں۔ کسی کے لیے خدا نے کتاب اتاری اور کسی کے لیے لوہا اُتارا۔ آج اگر ہزار واعظ مل کر یہ چاہیں کہ اپنی تقریر دلپذیر سے کسی قبیح رسم کو مٹا دیں تو نہیں مٹا سکتے مگر ایک شاہی فرمان وقت واحد میں ملک کے اس سرے سے اُس سرے تک اُس برائی کو مٹا سکتا ہے۔

نبی اکرم سیّد ولد آدم خاتم الانبیاء والمرسلین سیّدنا ومولینا محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین کو جب احکم الحاکمین اور شہنشاہ سمٰوات وارضین نے بشیر ونذیر بنا کر عالم کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا تو اس وقت آپ بالکل تنِ تنہا تھے نہ کوئی آپ کا معین ومشیر تھا نہ کوئی آپ کا وزیر با تدبیر تھا۔

نبوت ورسالت کا اعلان فرمایا توحید ربانی کی دعوت دی کہ خداوند ذوالجلال کو ایک مانو اور ایک جانو ایک سمجھو، اُسی سے مانگو اُسی کے سامنے جھکو، ہر فحش اور بے حیائی اور ہر بری بات سے روکا اور محاسن اخلاق اور مکارم افعال کی ترغیب دی غرض یہ کہ آپ نے دنیا اور آخرت کی کوئی خیر اور بھلائی نہ چھوڑی کہ جس کی تعلیم وتلقین اور جس کا حکم نہ کیا ہو اور دنیا اور آخرت کی کوئی برائی ایسی نہیں چھوڑی کہ جس سے منع نہ فرمایا ہو۔"

(سیرتِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (حصہ دوم) ص،۱۳ تا ۱۵)

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب مرحوم مغفور رحمۃ اللہ علیہ گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کے "جہاد" کے بارے میں بائبل مقدس سے اس کے شواہد پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

گذشتہ پیغمبروں نے بھی کافروں کو قتل اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کیا، اور ان کے اموال کو لوٹا ہے، اور یہ چیزیں شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہیں، یہ بات اُس شخص پر مخفی نہیں ہوسکتی جس نے دونوں عہد کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہوگا، گو اس کی مثالیں اور شواہد بکثرت ہیں، مگر ہم نمونہ کے طور پر چند کے بیان پر اکتفاء کرتے ہیں:

کتاب استثناء باب ۲۰ آیت ۱۰ میں ہے:

"جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا،

اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے، اور اپنے پھاٹک تیرے لیے کھول دے، تو وہاں کے سب باشندے تیرے باجگذار بن کر تیری خدمت کریں، اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو تُو اس کا محاصرہ کرنا، اور جب خداوند تیرا خدا اُسے تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا، لیکن عورتوں، اور بال بچوں اور چوپاؤں اور اس شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لیے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اُس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی ہو کھانا، ان سب شہروں کا یہی حال کرنا جو تجھ سے بہت دُور ہیں، اور ان قوموں کے شہر نہیں ہیں، پر اُن قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند.... تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے، کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا، بلکہ تو ان کو یعنی حتی اور اموری اور کنعانی اور فرزی اور حوی اور یبوسی قوموں کو جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھ کو حکم دیا ہے بالکل نیست کر دینا۔ (آیات ۱۰ تا ۱۷)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے چھ ۶ قبائل یعنی حتی، اموری، کنعانی، فرزی، حوی اور یبوسی لوگوں کے حق میں یہ حکم دیا تھا کہ ان میں سے ہر جاندار کو تلوار کی دھار سے قتل کیا جائے، خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں یا بچے، ان کے علاوہ دوسری قوموں کے لیے یہ حکم دیا گیا کہ پہلے ان کو صلح کی دعوت دی جائے، پھر اگر وہ قبول کر لیں اور اطاعت قبول کریں اور جزیہ ادا کرنا منظور کریں تو بہتر ہے، اور اگر وہ تیار نہ ہوں اور لڑائی کریں تو ان پر فتح حاصل کرنے کے بعد اُن کے مردوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے اور ان کے جانوروں اور اموال کو لُوٹ لیا جائے، اور مجاہدین پر تقسیم کر دیا جائے اور یہی معاملہ ان بستیوں کے ساتھ کیا جائے جو ان مذکورہ چھ قبائل سے دور واقع ہوں۔

صرف اکیلی یہ ایک ہی عبارت عیسائیوں کے تمام واہیات اعتراضات کے جواب میں کافی وشافی ہے، علماء اسلام نے، متقدین نے بھی اور پچھلوں نے بھی اس عبارت کو عیسائیوں کے مقابلہ میں نقل کیا ہے، مگر عیسائی ہمیشہ اس کے جواب سے ایسے خاموش رہتے ہیں گویا انہوں نے مخالف کے کلام میں اس عبارت کو دیکھا ہی نہیں اور اس کا جواب ہی نہیں دیتے، نہ اقرار کے ساتھ نہ تاویل کی صورت میں،

دوسری مثال:

کتاب خروج باب ۲۳ آیت ۲۳ میں ہے:

''اس لیے کہ میرا فرشتہ تیرے آگے آگے چلے گا، اور تجھے اموریوں اور حتیوں اور فرزیوں اور کنعانیوں اور حویوں اور یبوسیوں میں پہنچادے گا، اور میں ان کو ہلاک کرڈالوں گا، تو ان کے معبودوں کو سجدہ نہ کرنا، نہ ان کی عبادت کرنا، نہ اُن کے سے کام کرنا، بلکہ تو ان کو بالکل اُلٹ دینا، اور ان کے ستونوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالنا۔'' (آیات ۲۳،۲۴)

تیسری مثال:

کتاب خروج بات ۳۴ آیت ۱۲ میں انہی چھ ۶ قوموں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ:

''سو خبردار رہنا کہ جس ملک کو تو جاتا ہے اس کے باشندوں سے کوئی عہد نہ باندھنا، ایسا نہ ہو کہ وہ تیرے لیے پھندا ٹھہرے، بلکہ تو اُن کی قربانگاہوں کو ڈھا دینا، اور اُن کے (ستونوں) کے ٹکڑے ٹکڑے کردینا، اور انکی سیرتوں کو کاٹ ڈالنا۔''

چوتھی مثال:

کتاب گنتی باب ۳۳ آیت ۵۱ میں ہے:

''بنی اسرائیل سے یہ کہہ دے کہ جب تم یردن کو عبور کرکے ملک کنعان میں داخل ہو تو تم

اس ملک کے سب باشندوں کو (وہاں سے نکال دینا) اور ان کے شبیہ دار پتھروں کو اور اُن کے ڈھالے ہوئے بتوں کو توڑ ڈالنا اور ان کے (سب اونچے مقاموں) کو مسمار کر دینا۔"

آگے آیت ۵۵ میں ہے:

"لیکن اگر تم اس ملک کے باشندوں کو (اپنے آگے سے دور نہ کرو) تو جن کو تم باقی رہنے دو گے وہ تمہاری آنکھوں میں خار اور تمہارے پہلو میں (کانٹے) ہونگے اور اُس ملک میں جہاں تم بسو گے تم کو دق کریں گے، اور آخر کو یوں ہوگا کہ جیسا میں نے ان کے ساتھ کرنے ارادہ کیا ویسا ہی تم سے کروں گا۔" (آیات ۵۵،۵۶)

پانچویں مثال:

کتاب استثناء باب ۷ آیت ا میں ہے:

"جب خداوند تیرا خدا تجھ کو اس ملک میں جس پر قبضہ کرنے کے لیے تو جا رہا ہے پہنچا دے، اور تیرے آگے سے ان بہت سی قوموں کو یعنی حتیوں اور جرجاسیوں اور اموریوں اور کنعانیوں اور فرزیوں اور حویوں اور یبوسیوں کو جو ساتوں قومیں تجھ سے بڑی اور زور آور ہیں (نکال دے) اور جب خداوند تیرا خدا ان کو تیرے آگے شکست دلائے اور تو اُن کو مار لے تو تُو ان کو بالکل نابود کر ڈالنا تو ان سے کوئی عہد نہ باندھنا، اور نہ اُن پر رحم کرنا بلکہ تم ان سے یہ سلوک کرنا کہ ان کے مذبحوں کو ڈھا دینا، ان کے (ستونوں) کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، اور ان کی یسیرتوں کو کاٹ ڈالنا، اور ان کی تراشی ہوئی مورتیں آگ میں جلا دینا۔" (آیات ا تا ۵)

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سات قوموں کی نسبت یہ حکم دیا تھا کہ ان کے ہر جاندار کو قتل کیا جائے، اور قطعی اُن پر رحم نہ کیا جائے، نہ ان سے کوئی معاہدہ

کیا جائے، ان کے مذبح خانوں کو برباد اور بتوں کو توڑ دیا جائے، اور بتوں کو آگ لگا دی جائے، عبادتوں کو موقوف کیا جائے، اور اُن کی بربادی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی جائے، اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگر تم ان کو ہلاک نہیں کرو گے تو میں پھر تمھارے ساتھ وہی معاملہ کروں گا جو اُن کے ساتھ کرنے کا ارادہ کیا تھا، ان سات اقوام کی نسبت یہ بھی کہا گیا کہ جو ساتوں قومیں تجھ سے بڑی اور زور آور ہیں۔'' ادھر کتاب گنتی کے باب ۱ میں یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ بنی اسرائیل کے ان لوگوں کی تعداد جو لڑنے کے لائق اور بیس ۲۰ سال یا اس سے زیادہ عمر تک کے تھے چھ لاکھ تین ہزار پانچ سو پچاس تھی، اور لاوی کی اولاد مرد ہوں یا عورت اسی طرح باقی گیارہ خاندان کے لوگ اور وہ مرد جن کی بیس ۲۰ سال سے کم عمر تھی وہ اس شمار سے خارج ہیں، اس لیے اگر ہم تمام بنی اسرائیل کی تعداد کو ملحوظ رکھیں اور متروک مردوں عورتوں کو بھی شمار کیے گئے افراد کے ساتھ شامل کر لیں تو پچیس لاکھ یعنی ڈھائی ملین سے کسی حال میں کم نہیں ہوں گے، اور یہ سات قومیں جب تعداد میں بھی ان سے زیادہ اور قوت میں ان سے بڑھے ہوئے تھے تو یقیناً ان کی تعداد بنی اسرائیل کے شمار سے زیادہ ہوگی۔''

چھٹی مثال:

کتاب خروج باب ۲۲ آیت ۲۰ میں یوں ہے کہ:

''جو کوئی واحد خداوند کو چھوڑ کر کسی اور معبود کے آگے قربانی چڑھائے بالکل نابود کر دیا جائے۔''

ساتویں مثال:

جس شخص نے بھی کتاب استثناء باب ۱۳ کا مطالعہ کیا ہوگا، وہ خوب جانتا ہے کہ غیر اللہ

کی عبادت کی دعوت دینے والا خواہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہو واجب القتل ہے اسی طرح بتوں کی پرستش کی دعوت دینے والے کو سنگسار کیا جانا ضروری ہے خواہ وہ رشتہ دار یا کوئی دوست ہی کیوں نہ ہو اور اگر کسی بستی کے لوگ ایسا کریں تو سب کے سب واجب القتل ہیں، یہاں تک کہ اُن کے جانور بھی ہتھیاروں کی دھاروں سے قتل کیے جائیں، اور بستی کو آگ لگا دی جائے، اور اس کی املاک واموال کو بھی ایسا ڈھیر بنا دیا جائے کہ پھر نہ بن سکے،

آٹھویں مثال:

کتاب استثناء باب ۱۷ آیت ۲ میں ہے:

''اگر تیرے درمیان تیری بستیوں میں جن کو خداوند تیرا خدا تجھ کو دے کہیں کوئی مرد یا عورت ملے جس نے خداوند تیرے خدا کے حضور یہ بدکاری کی ہو کہ اس کے عہد کو توڑا ہو اور جا کر اور معبودوں کی یا سورج یا چاند یا اجرام فلک میں سے کسی کی جس کا حکم میں نے تجھ کو نہیں دیا، پوجا اور پرستش کی ہو، اور یہ بات تجھ کو بتائی جائے، اور تیرے سننے میں آئے تو تُو جانفشانی سے تحقیقات کرنا اور اگر یہ ٹھیک ہو اور قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ اسرائیل میں ایسا مکروہ کام ہوا تو تُو اس مرد یا اُس عورت کو جس نے یہ بُرا کام کیا ہو باہر اپنے پھاٹکوں پر نکال لے جانا اور ان کو ایسا سنگسار کرنا کہ وہ مر جائیں۔''

نویں مثال:

کتاب خروج باب ۳ آیت ۲۱ میں ہے:

''اور میں ان لوگوں کو مصریوں کی نظر میں عزت بخشوں گا، اور یوں ہوگا کہ جب تم نکلو گے تو خالی ہاتھ نہ نکلو گے، بلکہ تمھاری ایک ایک عورت اپنی اپنی پڑوسن سے اور

اپنے اپنے گھر کی مہمان سے سونے چاندی کے زیور اور لباس مانگ لے گی، ان کو تم اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو پہناؤ گے، اور مصریوں کو لوٹ لوگے۔ (آیات ۲۱،۲۲)

پھر اسی کتاب کے باب ۱۲ آیت ۳۵ میں ہے:

''اور بنی اسرائیل نے موسیٰ کے کہنے کے مطابق یہ بھی کیا کہ مصریوں سے سونے چاندی کے زیور اور کپڑے مانگ لیے، اور خداوند نے ان لوگوں کو مصریوں کی نگاہ میں ایسی عزت بخشی کہ جو کچھ انھوں نے مانگا انھوں نے دیدیا، سو انھوں نے مصریوں کو لوٹ لیا۔'' (آیات ۳۵،۳۶)

اب جب کہ بنی اسرائیل کی تعداد اس قدر تھی جتنی کہ گزشتہ مثال میں معلوم ہو چکی ہے، اور ان کے ہر مرد و عورت نے مصریوں سے مستعار چیزیں لیں، تو مستعار لی ہوئی اشیاء کی مقدار و تعداد کا شمار یقین احاطہ سے خارج ہے، جس طرح خدا نے ان سے پہلے وعدہ کیا تھا کہ تم مصر کو لوٹو گے، پھر دوبارہ خبر دی کہ مصریوں کو لوٹا، مگر خدا نے لوٹنے کے لیے مکاری اور فریب دہی کو جائز کر دیا، جو سراسر ظاہر میں غدر اور دھوکہ ہے۔

دسویں مثال:

کتاب خروج باب ۳۲ آیت ۲۵ میں بچھڑے کی پرستش کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ لوگ (عریاں) ہو گئے، کیوں کہ ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو (ننگا کر کے) ان کو ان کے دشمنوں کے درمیان ذلیل کر دیا، تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لشکر گاہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا جو جو خداوند کی طرف ہے وہ میرے پاس آجائے، تب سب بنی لاوی اس کے پاس جمع ہو گئے، اور اس نے ان

سے کہا کہ خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ تم اپنی اپنی ران سے تلوار لٹکا کر پھاٹک پھاٹک گھوم کر سارے لشکر گاہ میں اپنے اپنے بھائیوں اور اپنے اپنے ساتھیوں اور اپنے اپنے پڑوسیوں کو قتل کرتے پھرو، اور بنی لاوی نے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے کہنے کے موافق عمل کیا، چنانچہ اس دن لوگوں میں سے قریباً (تیس ہزار) مرد کھیت آئے۔''

یاد رکھیے؛ کہ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۸ء جس سے میں نے یہ عبارت نقل کی ہے اس میں ''تیئیس ہزار'' ہی کا لفظ ہے،

گیارہویں مثال:

کتاب گنتی باب ۲۵ میں ہے کہ بنی اسرائیل نے جب موآب کی بیٹیوں سے زنا کیا، اور ان کے بتوں کو سجدہ کیا، تو خدا نے ان کے قتل کا حکم دیا، پھر موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اُن کے چوبیس ہزار آدمی قتل کیے۔

بارہویں مثال:

جس شخص نے کتاب گنتی باب ۳۱ کا مطالعہ کیا ہوگا، اس پر یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے فینحاس بن عاذار کے ہمراہ بارہ ہزار آدمیوں کا لشکر اہل مدین سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا، پھر انھوں نے لڑ کر اُن پر غلبہ حاصل کر لیا، اور ان کے تمام مردوں کو، نیز پانچ بادشاہوں اور بلعام کو بھی قتل کیا، اور ان کی عورتوں، بچوں اور تمام جانوروں کو قید کیا، بستیوں اور شراب خانوں اور شہروں کو آگ لگا کر خاکستر کر ڈالا، پھر جب وہ واپس لوٹے تو موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام ان پر غضب ناک ہوئے کہ تم نے عورتوں کو زندہ کیوں چھوڑا؟ پھر ہر نابالغ بچے اور ہر شادی شدہ عورت کے قتل کا حکم دیا، اور کنواریوں کے چھوڑنے کا، پر انھوں نے حکم کے مطابق عمل کیا، صرف مالِ غنیمت

سے حاصل ہونے والی بکریوں کی تعداد چھ لاکھ پچھتر ہزار تھی، نیز بہتر ہزار بیل، اکسٹھ ہزار گدھے، اور بتیس ہزار کنواری لڑکیاں تھیں، اور ہر مجاہد کو جانوروں اور انسانوں کے سوا وہ سب مال دیدیا گیا جو اُس نے لُوٹا تھا، جس کی مقدار اس باب میں کچھ واضح نہیں کیگئی اس کے علاوہ ہزاروں اور سینکڑوں کے افسران نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور عاذار کو جو سونا پیش کیا اس کی مقدار سولہ ہزار سات سو پچاس مثقال تھی، اور جب کہ صرف کنواری لڑکیوں کی تعداد بتیس ہزار تھی، تو مقتول مردوں کا اندازہ آپ خود کرسکتے ہیں کہ کس قدر رہوں گے؟ بوڑھے ہوں خواہ جوان، یا بچے اور شادی شدہ عورتیں۔ (بائبل سے قرآن تک، ص، ۴۵۵ تا ۴۶۴)

''جہاد'' کے حوالے سے اکیسویں مثال کے ذیل میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:

''عبرانیوں کے نام خط کے باب ۱۱ آیت ۳۲ میں ہے:

''اب اور کیا کہوں؟ اتنی فرصت کہاں کہ جدعون اور برق اور شمعون اور افتاہ اور داؤد اور سموئیل اور نبیوں کا حال بیان کروں؟ انھوں نے ایمان ہی کے سبب سے سلطنتوں کو مغلوب کیا، راست بازی کے کام کئے، شیروں کے مُنہ بند کیے، آگ کی تیزی کو بجھایا، تلوار کی دھار سے بچ نکلے، کمزوری میں زور آور ہوئے، لڑائی میں بہادر بنے، غیروں کی فوجوں کو بھگا دیا۔'' (آیات ۳۲ تا ۳۴)

''مقدس'' پولس کے کلام سے یہ بات صاف ہوگئی کہ ان پیغمبروں کا ان لوگوں کو مغلوب کرلینا، اور ان کی آگ کو بجھا دینا اور تلوار کی دھار سے نجات پانا اور کافروں کے لشکروں کو شکست دینا، نیکیوں میں شمار کیا گیا ہے، نہ کہ گناہ کی قسم میں، جس کا منشاء

ایمانی قوت ہے، اور خدائی وعدوں کی تکمیل، نہ کہ قساوتِ قلبی اور ظلم۔''

(بائبل سے قرآن تک، ص، ۴۶۸)

اسی طرح ''بائبل سے قرآن تک'' کے صفحہ ۴۷۰ پر مولانا کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، کہ:

''گذشتہ شریعت کے تمام عملی احکام کے لیے ضروری نہیں کہ آنے والی شریعت میں بھی وہ بعینہ باقی رہیں، بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ عملی احکام کسی ایک شریعت میں ہمیشہ یکساں رہیں، بلکہ ہوسکتا ہے کہ مصالح اور زمانہ اور مکلفین کے بدل جانے سے وہ احکام بالکل بدل جائیں، یہ تفصیل باب ۳ میں کافی سے زیادہ قارئین کو معلوم ہو چکی ہے، لہٰذا شریعت موسویہ میں ''جہاد'' ایسے شنیع ظلم والے طریقوں کے ساتھ مشروع تھا، جس کی مشروعیت شریعتِ عیسوی میں باقی نہیں رہی، بنی اسرائیل کو بھی جہاد کا حکم مصر سے نکلنے کے بعد ہوا تھا، اس سے قبل جہاد کی ان کو اجازت نہ تھی۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے نزول کے بعد دجّال اور اس کے لشکر کو قتل کریں گے، جس کی تصریح تھسلنیکیوں کے نام دوسرے خط کے باب ۲ اور مشاہدات کے باب ۱۹ میں موجود ہے۔(بائبل سے قرآن تک، ص، ۴۷۰، ۴۷۱)

بشپ صاحب! یہ بہت ممکن ہے، کہ مذکورہ بالا جتنے حوالہ جات میں نے ''جہاد'' اور نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے نقل کیے ہیں، وہ محض اس لیے آپ کے یہاں قبول نہ ہوں، کہ یہ اہل اسلام کی کتب کے حوالہ جات ہیں۔

لیکن ممکن ہے، کہ آپ بائبل مقدس کے مذکورہ بالا حوالہ جات اور غیر مسلم مصنف آر ڈبلیو اسکاٹ کے اِن الفاظ سے صرفِ نظر نہ کر سکیں۔

''اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ دنیا کے بیشتر مذاہب تلوار اور طاقت کے بل بوتے پر پھیلائے گئے۔ اسپین میں مسلمانوں کی حکومت کو ختم کر کے مسلم آبادی کو جبراً عیسائی بنایا گیا۔

اس کے برعکس محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکمت عملی اختیار کی وہ انسانی تاریخ کا روشن ترین باب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی برتری، عناد، دشمنی، تعزیری اور انتقامی سزاؤں کے بغیر میدان کارزار میں بہادری کے ابواب تحریر کیے کھلی جنگ میں کوئی گھٹیا اور پست حربہ اختیار نہیں کیا۔'' (Islam and its founder 1875)

(تجلیات سیرت ﷺ، ص، ۱۴۸)

ایک اور یورپی مصنف لین پول فتحِ مکہ کے تاریخی واقعہ پر لکھتا ہے، کہ:

''حقائق سخت ہوتے ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دن اپنے دشمنوں پر فتح پائی اور جوان کی عظیم ترین فتح تھی۔ وہی دن دراصل محمد ﷺ کی ذات اور انسانیت کی عظیم ترین فتح کا دن تھا۔ آپ ﷺ نے مکہ کے لوگوں کو عام معافی دیدی۔ یہ وہی لوگ تھے جن کے ناقابل بیان مظالم اور اذیتوں کا آپ ﷺ نشانہ بنے رہے تھے۔ انسانی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جس طرح محمد ﷺ فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے دنیا کا کوئی فاتح اس طرح مفتوحہ شہر میں داخل نہیں ہوا۔'' ملاحظہ ہو (Studies in Mosque) (تجلیات سیرت ﷺ، ص ۱۶۰)

باقی آپ کا اپنے بارے میں یہ فرمانا کہ:

''ہم امن پسند ہیں'' جی ہاں جناب! آپ کی ''امن پسندی'' کے ڈنکے تو دنیا میں

ہر طرف بج رہے ہیں، اور آپ کی ''امن پسندی'' کو ماضی اور حال کے مسلمان اچھی طرح جانتے ہیں۔ خصوصاً حالیہ واقعات کی روشنی میں عراق، افغانستان، غزہ اور دیگر اسلامی ریاستوں کے بے گناہ مسلمان، بہن، بھائی، اور معصوم بچوں کا خونِ ناحق آپ کی ''امن پسندی'' کے کھلے ہوئے ثبوت ہیں۔

اور اب آپ کے خط کا یہ حصہ۔ آپ لکھتے ہیں:

''قرآن کی حقیقت وقوانین: آپ نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کی مصلوبیت کو اپنی بیان کردہ قرآن کے مطابق، مسیحی عقیدہ کفارہ بلکہ نجات کے واحد راستے سے اور سچائی سے روپوشی ہے۔ میرے اس خط سے یقیناً آپ کا اسلام تو خطرے میں پڑ جائے گا، اور یقیناً عدالتوں کی گھنٹیاں بھی بجنے لگے گی۔ لیکن انجیل مقدس میں لکھا ہوا ہے ''جان دینے تک وفادار رہ تو میں تجھے زندگی کا تاج دوں گا۔'' (مکاشفہ ۲:۱۰)

آپ جناب نے انتہائی دانشمندی اور پوشیدہ انداز میں (اسلام کے خلاف پمفلٹوں پر عدالتوں سے رجوع کو دین اسلام کی تعلیم کا بہترین اُصول اور ضابطہ کہہ کر) دھمکی بھی دے دی ہے اور اسکے پس منظر میں 295-C کا بے ایمانہ اور غلط قانون ہے۔ پاکستان میں اقلیتوں اور بالخصوص مسیحیوں کیساتھ ناانصافیوں کا انتہائی منحوس، کالا اور اذیت ناک قانون کا بنایا جانا، درحقیقت اسلام کی مذہبی اقدار کا انتہائی کمزور ہونا ہے، کیوں کہ اگر اقلیتوں کو مکمل تبلیغی سرگرمیوں کی اجازت دے دی گئی تو آپ کے پلے کچھ نہیں رہے گا۔ اس لیے آپ حضرات فکرمند اور پریشان ہی کیوں کہ آپ اپنی اندرونی کیفیت سے بخوبی واقف ہیں، اس لیے آپ ننگی لٹکتی ہوئی تلوار (295-C) سے اقلیتوں (بالخصوص مسیحیوں) کو تعصب، رنگ ونسل کا نشانہ بنا کر اپنی کمزور اسلامی اقدار

کو ملکِ پاکستان میں محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔

''مذہبی جنون C-295 یعنی گستاخِ رسول کے کالے قانون کا استعمال آج تک مسلمان بھائیوں نے صرف اپنے ذاتی وکاروباری رقابتوں اور اقلیتی بھائیوں کی ترقی کو تنزلی میں تبدیل کرنے کے لیے استعمال کیا ہے، جس کو بڑی مکاری وعیاری سے اور مذہبی جنون وجوش کا نام دیکر، مسلمان بھائی اقلیتوں (بالخصوص مسیحیوں) کا قلع قمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ کیوں کہ بقول آپ کے یورپین ممالک میں بھی ایسے قوانین ہیں، لیکن آج تک وہاں کسی مسلمان سے ذاتی دشمنی کے لیے ان قوانین کا استعمال کی مثال نہیں ملتی یقیناً یورپ میں اخلاقی آزادی اور سیکولرازم کے نام پر نجانے کیا کیا ہوتا ہے، لیکن اس کے باوجود ان کی ہر میدان میں کامیابی اور ترقی کسی سے پوشیدہ نہیں اس کی بنیادی وجہ ان کی مذہبی اقدار کی مضبوطی ہے، جس کو سہارا دینے کے لیے C-295 جیسے کالے قوانین اور بیساکھیوں کی ضرورت نہیں جیسا کہ اس ملک میں ہے۔

اس لیے جناب سابق یوئیل کندن صاحب اگر واقعی آپ کو تبلیغ کرنے کا شوق ہے تو بات کرنے کے ساتھ بات سننے کا حوصلہ بھی رکھیں اور اس بات کو یاد رکھیں کہ......

''تو کیوں اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کے شہتیر پر غور نہیں کرتا؟ اور جب تیری ہی آنکھ میں شہتیر ہے تو تو اپنے بھائی سے کیونکر کہہ سکتا ہے کہ لا تیری آنکھ میں سے تنکا نکال دوں؟ اے ریاکار پہلے اپنی آنکھ میں شہتیر نکال پھر اپنے بھائی کی آنکھ میں سے تنکے کو اچھی طرح دیکھ کر نکال سکے گا۔ (متی ۷: ۳۔۵)''

بشپ صاحب بحیثیت راہنما آپ اس بات سے بخوبی واقف ہیں، کہ بائبل کے بعض ابواب ایسے ہیں، کہ ان میں انبیاء کرام علیھم السلام جیسی مقدس اور پاکباز

ہستیوں سے منسوب ایسے شرمناک اور بیھودہ داستانیں درج ہیں،
کہ انھیں عام شرافت انسانی سے بھی تصور نہیں کیا جا سکتا، اس لیے ایمان اور عقیدت اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں، کہ انبیاء کرام علیھم جیسی عظیم اور مقدس ہستیاں، جو انسانی ہدایت کا ذریعہ اور راہنما ہوا کرتی ہیں، ان کی ذات پر کھلنے والی ہر بدزبان کو مکمل طور پر بند رکھنے کے لیے وہ شرعی قوانین جو قرآن وحدیث میں موجود ہیں، لاگو کیے جائیں، تاکہ عصمت انبیاء کرام علیھم السلام کا مستقل اور مکمل تحفظ قیامت تک کے لیے برقرار رہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

''جو شخص حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرے یا آپ ﷺ کے علاوہ اور کسی نبی کی شان میں چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر اسے قتل کیا جائے گا، اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔'' (ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت، ص، ۱۱۷)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الصارم المسلول علی شاتم الرسول'' میں رقم طراز ہیں:

''جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی، مسلمان ہو یا کافر اس کو قتل کرنا واجب ہے، اور یہ عام اہل علم کا مسلک ہے۔ پھر انہوں نے ابوبکر ابن المنذر کا وہ کلام نقل کیا ہے جو قاضی عیاضؒ نے کتاب الشفاء میں لکھا ہے پھر شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا کہ ابوبکر فارسی، جو کہ امام شافعیؒ کے ساتھیوں میں سے ہیں، نے اس بات پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی اس کی سزا قتل ہے۔ یہ اجماع جو انہوں نے بیان کیا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہ اور تابعینؒ کے زمانہ کے اجماع پر محمول ہے یا

اس سے ان کی مراد مسلمانوں کا وہ اجماع ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا مسلمان یا کافر ہے تو اس کو قتل کرنا واجب ہے۔'' یہی اہل اسلام کا مذہب ہے۔'' (ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت، ص،۱۵۲)

بشپ صاحب یہاں قابل غور نکتہ یہ ہے، کہ اُوپر مذکورہ اس شرعی حکم میں دو جگہ یہ بات منقول ہے، کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا مسلمان ہو یا کافر اُسے قتل کیا جائے گا، یعنی اس ''حدوسزا'' کے دائرے میں غیر مسلم ہی نہیں خود مسلمان بھی آتے ہیں، اس لیے آپ کے اس کہنے کی کوئی حیثیت نہیں، کہ:

''اس لیے آپ ننگی لٹکتی تلوار (295-C) سے اقلیتوں (بالخصوص مسیحیوں) کو تعصب، رنگ ونسل کا نشانہ بنا کر اپنی کمزور اسلامی اقدار کو ملکِ پاکستان میں محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔''

قانون توہین رسالت (ﷺ) کیوں؟ اور کس لیے ضروری ہے، ملاحظہ ہو:

''چوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ اور اسوہ حسنہ ایک نمونہ کامل کی حیثیت رکھتا ہے، اس لیے اسلام کی اساسی تعلیمات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم لازمی حیثیت اختیار کر گئی ہے اور اس لیے ہر اس بات اور عمل کو، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ذات پر حرف گیری کا شائبہ تک بھی ہو، سختی سے منع کیا گیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں اور امت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ورحمت بے مثال رہی ہے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار حاصل تھا کہ اپنے دور میں، جو اسلام کے آغاز اور ارتقاء کا دور تھا، اس سلسلے میں سختی ونرمی اور عفو

درگزر کی ایسی مثالیں قائم فرمائیں جو اس وقت کے حالات سے مناسبت رکھتی ہوں لیکن امت مسلمہ کے کسی فرد کا یہ حق کبھی تسلیم نہیں کیا گیا کہ وہ اس ضمن میں خود اس قسم کی حرکتوں میں معافی نامہ جاری کر سکے۔ امت کا مفاد بھی اس کا متقاضی ہے کہ اس عظیم ترین مرکزی شخصیت کے حقوق اور مفادات کا دفاع کرے تاکہ معاشرے میں امن وامان برقرار رہے اور افراد کی اصلاح کے لیے بھی ضروری ہے کہ اس مثالی شخصیت کے ساتھ عقیدت ومحبت میں ذرہ بھر بھی کمی نہ ہو۔ عشق رسول لازمہ ایمان ہے اور ہر مسلمان کے رگ وپے میں خون کی طرح جاری وساری ہے۔ حقیقی مسلمان کبھی بھی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی دریدہ دہن شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی گستاخی کا بھی مرتکب ہو۔ تاریخ شاہد ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان نے بھی اپنے خونی رشتے داروں کے ضمن میں چشم پوشی یا عفو ودرگزر سے تو کام لیا ہوگا، مگر ختم المرتبت، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کبھی بھی وہ روورعایت کا روادار نہیں ہوا، اس لیے اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قانون میں جہاں حدود وقصاص اور تعزیرات کے ضمن میں جرائم کی مختلف اقسام کے لیے سزائیں موجود ہیں، ان میں گستاخ رسالت مآب کے لیے قرار واقعی سزا موجود ہوتا کہ نہ امن وامان کا کوئی مسئلہ کھڑا ہو اور نہ فدایان رسول کسی آزمائش سے دوچار ہوں۔"

(ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت، ص ۲۳، ۲۴)

بشپ صاحب! آپ کہتے ہیں کہ:

"295-C یعنی گستاخ رسول کے کالے قانون کا استعمال آج تک مسلمان بھائیوں نے صرف اپنے ذاتی وکاروباری رقابتوں اور اقلیتی بھائیوں کی ترقی کو تنزلی میں

تبدیل کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔"

لیکن! جناب والا حقیقت آپ کے مذکورہ بالا بیان سے بالکل مختلف ہے، اور وہ یہ ہے کہ:

"پاکستان کے چند شرپسند متعصب عیسائی یہود اور ہنود کی بھیانک سازش کے تحت اسلامی مملکت پاکستان میں اسپین کی تاریخ دہرانا چاہتے ہیں تاکہ اس ملک کی بنیادوں کو بھی متزلزل کر دیا جائے۔ چنانچہ محکمہ فشریز کا عیسائی اسسٹنٹ ڈائریکٹر انور کینتھ نے اپنے علاقے کے انسپکٹر پولیس کو خط بھیجا جس میں رسول کریم ﷺ کو شرمناک گالیاں لکھی ہوئی تھیں جس پر توہین رسالت کے جرم 295-C میں چالان عدالت ایڈیشنل سیشن جج لاہور میں پیش کر دیا گیا۔ جج موصوف نے ملزم کو جرم کی نوعیت اور اس کی سزا سے آگاہ کرنے کی کوشش کی مگر اس بدبخت نے عدالت میں بھی حضور اکرم ﷺ کو گالیاں دیں۔ عدالت نے پوری طرح اطمینان کرنے کے بعد کہ ملزم ذہنی طور پر پاگل نہیں ہے اس کے خلاف توہین رسالت کے جرم کے تحت کارروائی شروع کی۔ ملزم کو اپنی صفائی اور معاونت کے لیے حکومت کی طرف سے بلا معاوضہ وکیل فراہم کرنے کی پیش کش کی گئی لیکن اس نے صفائی پیش کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ بالآخر اسے قانون کے مطابق سزا دے کر اس کا کیس ہائی کورٹ لاہور میں بطور ریفرنس بھیج دیا گیا۔"

(ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت، ص، ۲۵۹، ۲۶۰)

"اسی طرح ایک نوجوان مسلمان وجیہ الحسن کو عیسائی بنانے کے بعد یوسف مسیح کے نام سے جو خطوط علماء اور خود راقم کو بھیجے گئے اس میں پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایسی

ننگی گالیاں لکھی گئی ہیں جو ایک مسلمان تو کیا کسی غیر مہذب شخص کے لیے بھی نا قابل برداشت ہیں۔ عدالت سیشن جج سے سزا کے بعد اس کا کیس ہائی کورٹ توثیق کے لیے بھیج دیا گیا۔ پاکستان کی رواداری اور مذہبی آزادی کے باوجود ایک عیسائی گروہ تہذیبوں کے نام پر فتنہ اور فساد و برپا کرنا چاہتا ہے کیوں کہ وہ ایک نظریاتی اسلامی ملک کو عیسائیت کے لیے خطرناک سمجھتے ہیں۔''

(ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت، ص،۲۶۰)

بشپ صاحب! اس کے ساتھ ساتھ آپ کے علم میں یہ بات بھی ہونی چاہیے کہ:

''قانون توہین انبیاء علیہم السلام دنیا کے تقریباً تمام ملکوں میں تھوڑی بہت معمولی تبدیلیوں کے ساتھ نافذ رہا ہے۔ نیو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مطابق اکثر مشرقی اور یورپی ملکوں میں ''بلاس فیمی'' لا کسی نہ کسی صورت قابل مواخذہ جرم رہا ہے، آسمانی صحائف کو ماننے والی اقوام جہاں بھی حکمران رہی ہیں وہاں توہین رسالت کی سزا، سزائے موت پر عمل درآمد ہوتا رہا ہے۔''

(ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت، ص،۲۱۸)

لہٰذا:

''مسیحی برادری کو تو قانون توہین رسالت کا خوش دلی سے خیر مقدم کرنا چاہئے تھا۔ کیوں کہ اس قانون کی رو سے جناب مسیح علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام جنہیں عیسائی اور مسلمان سب ہی اپنا پیغمبر برحق مانتے ہیں۔ ان کی شان میں گستاخی اور اہانت قابل تعزیر جرم بن گیا ہے اور ان کی اہانت اور توہین کی وہی سزا مقرر ہے جو خاتم الانبیاء حضرت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں گستاخی کی سزا ہے۔ مسلمان

ان تمام پیغمبر کرام کا اسی طرح احترام کرتے ہیں جیسا کہ یہودی اور عیسائی اپنے پیغمبروں کا احترام کرتے ہیں، اس لیے وہ ان کے بارے میں کسی قسم کی گستاخی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ان پیغمبروں کے علاوہ اسلام کے احکام کے مطابق مسلمانوں کو دیگر مذاہب کے پیشواؤں کے خلاف بھی اہانت کی اجازت نہیں اور نہ ہی انہوں نے آج تک ایسی شرارت کی ہے۔

اسی کتاب میں ہم نے یہودی فلم ساز مارٹن اسکورسس کی انتہائی شرمناک فلم ''مسیح کی آخری ترغیب جنسی'' (The Last Temptation of Christ) کا تفصیلی ذکر کیا ہے، جو سال ۱۹۹۸ء میں لندن کے سینما گھروں میں دکھلائی جا رہی تھی، جس میں معاذ اللہ جناب مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک طوائف کے ساتھ تعلقات کے مناظر دکھلائے گئے ہیں۔ میں ان دنوں لندن میں مقیم تھا۔ ہماری دینی حمیت اسے برداشت نہ کر سکی، چنانچہ ہماری اس اپیل پر، کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف عیسائیوں ہی کے نہیں بلکہ مسلمانوں کے لیے بھی واجب الاحترام پیغمبر ہیں لہذا اس فلم کی نمائش بند ہونی چاہیے۔ لندن میں مسلمانوں نے خاموش احتجاجی مظاہرے کیے، جس پر بالآخر وہ فلم فلاپ ہوگئی۔

مسیحی برادری اور اقلیتی فرقوں کے رہنماؤں اور ان کے پیروکاروں کی نیت پر ہمیں شبہ نہیں۔ جب وہ ہمارے پیغمبر کی توہین اور گستاخی نہیں کریں گے تو پھر انہیں ڈر اور خوف کس بات کا ہے۔ کیا قانون بلاوجہ ان کے خلاف حرکت میں آجائے گا یا پھر پاکستان کی عدلیہ بے گناہ لوگوں کو جو توہین رسالت کے مجرم نہیں، پھانسی کی سزا سنائے گی یا وہ پاکستان میں پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف گستاخی اور توہین کے لیے کھلا لائسنس

طلب کر رہے ہیں؟ جب ان میں سے کوئی بات بھی قرین قیاس نہیں تو پھر اس قانون کی منسوخی کے مطالبہ کا آخر کیا جواز باقی رہ جاتا ہے؟''

(ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت، ص،۵۴،۵۳)

اور اب آپ کے خط کی آخری سطور:

آپ اور آپ کے مدارس: ''اس ملک میں دینی مدارس اور اداروں کا فرض اور فعل یہ ہونا چاہیے تھا کہ وہ کمزور اسلامی اقدار کو ڈھانکنے کے لیے خود کوئی ضابطۂ حیات وجود میں لاتے تا کہ امن اور سلامتی کی جانب یہ ملک گامزن ہوتا لیکن اس کے برعکس یہ مدارس و ادارے اقلیتوں اور بالخصوص مسیحیوں کے خلاف تعصب کو ہوا دینے والی بھرپور کتب کو تحریر کرنے اور فسادات کو پھیلانے والا جہاد کا فلسفہ و جذبہ عوام میں غلط طریقے سے اُبھارنے میں اپنی ساری توانیاں صرف کرنے میں مصروف ہیں جو کہ درحقیقت اسلام کے واضح پہلوؤں اور آئین کے ہی عین مطابق ہے۔

آخر میں امید ہے آپ جناب وسعت دل سے اس کڑوے خط کی سچائیوں کو قبول کرتے ہوئے اور اس خط کو عوام میں اشتعال دلانے کے لیے استعمال نہ کرتے ہوئے میرے مناظرے کی دعوت کو قبول کریں، بیشک آپ اپنی مرضی کے مطابق وقت اور مقام کا تعین کریں اس مناظرے میں مکمل مذہبی کے ساتھ دلائل بازی کی اجازت ہو تا کہ روبرو ہوتے ہوئے آپ سچائی سے واقف ہوں جو کہ آپ کو آزاد کروائے گی، دوسری صورت میں آپ میرے ای میل یا ویب سائٹ پر میرے ساتھ رابطہ کر سکتے ہیں تا کہ ہم تعصب کی لعنتی بیماری سے نجات حاصل کرتے ہوئے اور 295-C جیسے کالے قوانین کا خاتمے کے لیے مل کر آواز اُٹھائیں اور ایک دوسرے کے مذہب کی

عزت کرتے ہوئے مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دیں اور اس ملک میں اقلیت اور اکثریت مل جل کر پُر امن طور پر بھائیوں کی طرح رہیں اور دوسروں کے لیے ایک مثال بنیں۔"

بشپ صاحب! جس طرح دنیاوی تعمیر و ترقی اور مادی فوائد و وسائل کے لیے معاشرے کے بچے، بچیاں، اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں کا رخ کرتے ہیں، اسی طرح "روحانی" تعمیر و ترقی کے لیے ان مدارس دینیہ میں قال اللہ قالہ رسول (ﷺ) کی پاکیزہ تعلیمات دی جاتی ہیں، تاکہ یہاں کا فارغ التحصیل طالب علم معاشرے کے ذمہ دار فرد کی حیثیت سے معاشرے کے مختلف شعبوں میں وقتاً فوقتاً ہونے والے بیگاڑ و کمزوریوں کی نشاندہی کرے، اور قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا حل پیش کرے۔

اس لیے مدارس دینیہ کے جتنے بھی شعبے تعلیم وتعالم سے منسلک ہیں، ان سب کا مقصد معاشرے کی دینی بنیادوں پر اصلاح و تربیت ہے، اس لیے اُمید کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا سطور سے آپ کو مدارس دینیہ کا "فرض و فعل" سمجھ آ گیا ہوگا۔

نیز یہ کہ آپ اپنے خط کے مندرجات سے خود بھی مطمئن نہیں، اور اسکا واضح ثبوت آپ کے خط کے یہ الفاظ ہیں، جس میں مشورہ دیتے ہوئے آپ مجھے لکھتے ہیں کہ:

"اس کڑوے خط کی سچائیوں کو قبول کرتے ہوئے اور اس خط کو عوام میں اشتعال دلانے کے لیے استعمال نہ کرتے ہوئے میرے مناظرے کی دعوت کو قبول کریں۔"

لہذا آپ کو بخوبی اندازہ ہے، کہ آپ نے آں حضرت ﷺ اور اہل اسلام پر بے بنیاد اور حق پوشی کرتے ہوئے، اشتعال دلانے والی باتیں کی ہیں۔

اگر آپ اپنے عقائد و نظریات میں حق بجانب ہوتے، تو اپنے خط کی ہر بات کو دلائل و براہین سے ثابت کرتے، نا کہ، اپنے خط میں، عیاری مکاری، کم ظرفی، منافقت، منافق

اوراس سے ملتے جُلتے الفاظ لکھ کر مغلظات کہتے، ویسے بھی مذہبی عہدوں پر فائز لوگوں کے مُنہ سے ایسے الفاظ کی ادائیگی، ان کے شایانِ شان نہیں ہوا کرتی۔

رہا آپ کا یہ فرمان کہ:

''ہم تعصب کی لعنتی بیماری سے نجات حاصل کرتے ہوئے اور C-295 جسے کالے قوانین کا خاتمے کے لیے مل کر آواز اُٹھائیں اور ایک دوسرے کے مذہب کی عزت کرتے ہوئے مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دیں اور اس ملک میں اقلیت اور اکثریت مل جل کر پُرامن طور پر بھائیوں کی طرح رہیں اور دوسروں کے لیے ایک مثال بنیں۔''

بحیثیت نومسلم میرے تجربے اور مشاہدے کی بات ہے، کہ اس ملک پاکستان میں جس قدر ''مذہبی آزادی'' کے ساتھ مسیحی اقلیت ''امن اور سلامتی'' کے ساتھ رہ رہی ہے، اس کی مثال ملنا مشکل ہے، دور نہ جائیں پڑوسی ملک بھارت میں، کتنے ہی چرچوں پر ہندو جنونیوں نے حملے کر کے آگ لگائی، کتنے ہی حملے مسیحی مشنریوں کی خواتین نز اور پادریوں پر ہوئے، اور بعض وہ مشنری پادری جو بھارت میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ مقیم تھے، ان پر بھی ہندوؤں نے حملے کیے، ان کے گھروں کو آگ لگائی، اور خود ان اور ان کے بیوی بچوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا، ان حقائق کو تو آپ مجھ سے بھی زیادہ اچھی طرح جانتے ہونگے۔

مگر اس ملک پاکستان میں امن وسلامتی کے ساتھ رہنے کے باوجود، آپ اہل اسلام کے مذہبی جذبات کو مجروح اور ان میں اشتعال انگیز باتیں کرنے سے باز نہیں آتے، کیا یہ اہل اسلام کی اعلیٰ رواداری کا ثبوت نہیں، کہ ان تمام باتوں کے باوجود آپ لوگ پاکستان میں ''امن وسلامتی'' کے ساتھ رہ رہے ہیں، اور ''امن وسلامتی''

کے ساتھ اپنی صبح وشام کرتے ہیں،

آپ مجھے مناظرے کی دعوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ:

''میرے مناظرے کی دعوت کو قبول کریں، بیشک آپ اپنی مرضی کے مطابق وقت اور مقام کا تعین کریں۔''

جناب بشپ صاحب! مجھے آپ کے مناظرے کی دعوت قبول ہے، اور میرا موضوع، ان شاء اللہ تحریف بائبل ہوگا، اور آپ پر بحیثیت مسیحی لازم ہوگا، کہ آپ بائبل کو الحاق وترمیم اور تحریف سے مبرّا ثابت کریں، اس مناظرے کے لیے ''مقام'' مرکز تحقیق اسلامی جامعہ اسلامیہ ٹرسٹ لاہور، ٹھیک رہے گا، ''وقت'' کے تعین کا اختیار اور حق بھی گو کہ آپ نے مجھے دیا ہے، مگر اس ''حق'' کو میں آپ کے لیے چھوڑتا ہوں، کہ اس مناظرے کے وقت کا تعین آپ کر لیں، اور مناظرے کی ''تاریخ مقررہ'' سے ایک ماہ پیشگی مجھے مطلع فرمائیں۔

خالد محمود

سابق یوئیل کندن

موبائل: 0333-2248477

مطابق ۶ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ، ۴ مارچ ۲۰۱۰ء

بشپ پیٹر مجید صاحب کی مغالطہ آفرینی

معزز قارئین گذشتہ صفحات میں آپ بشپ پیٹر مجید صاحب کے خط کے حوالہ سے اس بندہ فقیر کی گزارشات پڑھ آئے ہیں، جس کے آخر میں، میں نے بشپ پیٹر مجید صاحب کے مناظرے کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے، اس مناظرے کے لئے "مرکز تحقیق اسلامی جامعہ اسلامیہ ٹرسٹ" کا موتجے لاہور رکھا۔ گو کہ بشپ مجید صاحب نے مناظرے کا مقام و وقت کے تعین کا اختیار بھی مجھے دیا تھا۔ مگر یہ اختیار احقر نے پیٹر مجید صاحب کو دیتے ہوتے لکھا ہے کہ پیٹر مجید صاحب احقر کو مناظرہ کی تاریخ مقررہ سے ایک ماہ قبل مطلع فرمادیں۔ انشاء اللہ احقر مقررہ وقت پر مقامِ مناظرے پر پہنچ جائے گا۔

چنانچہ میری جانب سے بشپ پیٹر مجید صاحب کے مناظرے کی" دعوت قبولیت" کو حضرت مولانا عبدالرؤف فاروقی کے زیر نگرانی لے کر جب حضرت مولانا اکرام اللہ جان صاحب بشپ پیٹر مجید صاحب کے پاس مردان مناظرے کے دیگر امور طے کرنے کیلئے پہنچے ہیں تو مولانا اکرام اللہ جان صاحب کی بشپ پیٹر مجید صاحب سے ملاقات پر بقول بشپ پیٹر مجید صاحب معلوم ہوا کہ یہ خط انہوں نے نہیں بلکہ ان کے والد مجید صاحب نے تحریر کیا تھا اور اب ان کا انتقال ہو گیا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ بشپ پیٹر مجید صاحب کا یہ کہنا کہ اس خط کے لکھنے والے موصوف خود نہیں بلکہ ان کے والد ہیں۔ چند وجوہات کی بنا پر غلط ہے

اوّل یہ کہ اگر یہ خط ان کے والد مجید صاحب جو چرچ آف پاکستان پشاور ڈائیسس، مردان کے ممبر رہے ہیں اور مجید پاپا کے نام سے معروف تھے۔ نے لکھا تھا تو اس خط پر بیٹے پیٹر مجید کا نام کیوں درج ہے۔ نا صرف نام درج ہے بلکہ بیٹے پیٹر مجید کا ای میل ایڈریس اور ویب سائٹ بھی موجود ہے اور اس ویب سائٹ پر وزٹ کریں تو 30 / 35 سالہ پیٹر مجید صاحب چرچ کی مختلف تقریبات میں مصروف عمل نظر آتے ہیں۔

مگر حقیقت حال یہ ہے کہ بشپ مجید صاحب اپنے حلقہ میں ایک متنازعہ شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ اس توہین آمیز خط سے دست کش ہوا چاہتے ہیں۔ اور اس خط کو اپنے والد آنجہانی مجید پا کے کھاتے میں ڈال کر مناظرے سے راہ فرار چاہتے ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے تو بشپ پیٹر مجید صاحب میرے موبائیل 0333-2248477 پر مجھ سے رابطہ کریں تاکہ حق اور سچ میدان مناظرہ میں دنیا کے سامنے آجائے۔

اور اگر واقعتاً بشپ پیٹر مجید صاحب میدانِ مناظرہ میں تشریف نہیں لانے چاہتے تو ایک بات ان کی خیر خواہی کے لئے عرض کرنا چاہتا ہوں، اور وہ یہ کہ حیاتِ انسانی پر وقت بہت تھوڑا ہے اور فی الوقت جو جانِ حیات ہے اس کے لئے "مہلت" ہے، صراطِ مستقیم پر آنے کی، اور یہ "مہلت" بہت جلد انسان کی قیامتِ صغریٰ کے ساتھ ختم ہو کر پھر جلد "قیامتِ کبریٰ" کے ساتھ ایک نئی حیات لے کر اللہ تعالیٰ کے سامنے سوال و جواب کے لئے کھڑی کر دی جائیگی، جہاں دو باتوں پر جان خلاصی پائے گی۔

اوّل: اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر اور دوم: آقا دو جہاں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی "ختم نبوت" پر ایمان کی وجہ سے۔

وما توفیقی الا باللہ:

خالد محمود سابق یوتھ ہبل لندن

۲۶ شعبان ۱۴۳۱ھ

۷ / اگست ۲۰۱۰ء

مؤلف کی دیگر کتب

"انجیل برناباس"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری حضرت برناباس کی انجیل ہے جس میں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد مبارک کی بشارات اور توحید باری تعالیٰ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فکر انگیز تعلیمات وارشادات موجود ہیں۔ نومسلم خالد محمود نے انجیل برناباس کے ۱۹۱۶ء کے اردو نسخہ پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اور انجیل برناباس کی تاریخی اور الہامی حیثیت پر شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی حقائق پر مبنی تحریر کو "مقدمہ" کی شکل میں اس کتاب کے شروع میں جمع کیا ہے۔

"اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام"

عیسائیوں کے مبشر پادری شمعون ناصر کی طرف سے نومسلم خالد محمود کو ایک عامیانہ اور سوقیانہ لکھے گئے خط کے جواب میں دلائل سے لکھی گئی ایک دعوتِ حق، جس میں نومسلم خالد محمود کے قبول اسلام کے حالات بھی درج ہیں۔

"تحفۂ نصرانیت"

دین اسلام سے پھر جانے والے "مرتد" مبشر صدیق پال کی کتاب "عیسائیت اور مسیحیت تحقیق کی نظر میں" کے جواب میں نومسلم خالد محمود کی تحریر "تحفۂ نصرانیت"۔ جو مرتد مبشر صدیق پال کی تمام مغالطہ آفرینیوں کا شافی جواب ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم

فارقلیط

مردان نوتھرن چرچ کے بشپ پیٹر مجید کے توہین آمیز
خط کا جواب نومسلم خالد محمود (سابق یوٹیل کندن) کے قلم سے



مرتبہ:

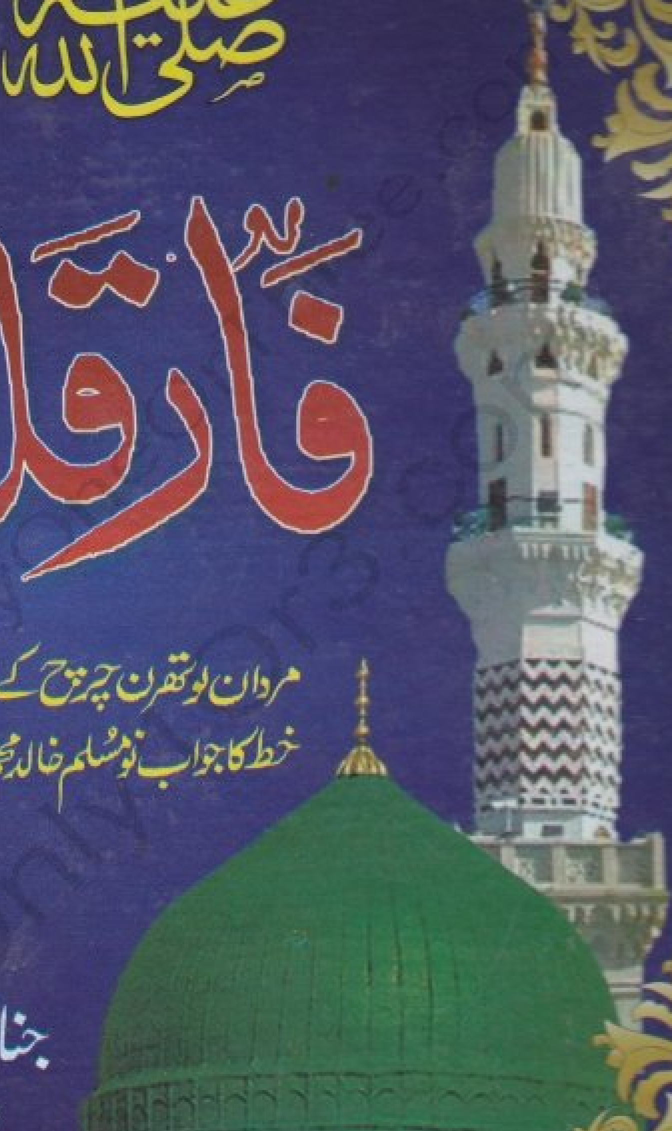
جناب خالد محمود صاحب

(سابق یوٹیل کندن)

صلی اللہ علیہ وسلم

فارقلیط

مردان لوتھرن چرچ کے بشپ پیٹر مجید کے توہین آمیز
خط کا جواب نومسلم خالد محمود (سابق یوئیل کندن) کے قلم سے



مرتبہ:
جناب خالد محمود صاحب
(سابق یوئیل کندن)

منحمنا

آرامی زبان میں اصل لفظ جو حضرت عیسیٰ نے اپنے بعد میں آنے والے جہانوں کے سردار کیلئے استعمال کیا تھا، جسے سن کو یوحنا نبی نے اسے اپنی انجیل، انجیل یوحنا میں نقل کیا ''منحمنا'' ہے جس کا لغوی ترجمہ عربی میں ''محمد ﷺ'' اور ''احمد ﷺ'' ہے اور یونانی میں ''فرقلیطس'' (Periclytos) ہے۔ جس کے تلفظ کا فائدہ اُٹھا کر مذہبی تعصب نے اس میں معمولی سے تحریف کے ساتھ اس کو (Paracletus) بنا دیا جو ایک کثیر المعنی لفظ ہے۔ جو رب کے حضور دعا کرنے والے، کے علاوہ ''نذیر'' ''مددگار'' اور تسکین بخشنے والا'' کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

ناموس رسول اور قانون توہین رسالت: مصنف محمد اسماعیل قریشی، سینئر ایڈوکیٹ سپریم کورٹ پاکستان صفحہ نمبر ۵۸

ناشر:

مکتبہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کراچی